

مَوَئِدُ مُبَارَك



عَلَّامَةُ السَّيَرِ اخْتِصَّاصِي

مَكْتَبَةُ بَرَكَاتِ الْمَدِينَةِ

کلمہ آغاز

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو

ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

پیغمبرِ اسلام، محسنِ انسانیت، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اصل موجودات اور خلاصہ کائنات ہیں جنہیں خالقِ ارض و سموات نے سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین، رحمۃ اللعالمین، اور شفیع المذنبین بنا کر اس خاکدانِ عالم میں مبعوث فرمایا اور قابلِ صدرِ شکِ صوری حسن و جمال اور بے نظیر معنوی فضل و کمال سے آراستہ کر کے انہیں اپنی قدرتِ بیکراں کا شاہکار بنایا۔

خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ

کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

قبولِ اسلام سے پہلے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار نے آپ کی زندگی کے ہر پہلو اور آپ کی جلوت و خلوت کو دیکھا، سمجھا، پرکھا پھر آپ کی صداقت و دیانت، تدین و تقویٰ، سلوک و کردار، جود و سخا، نرمی و مروت، شجاعت و استقامت، حکمت و بصیرت جیسے اوصاف و خصائص کے بے شمار نمونے دیکھ کر یکے بعد دیگرے آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لاتے ہوئے دائرۃ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ کی ایک جنبش لب اور اشارۃ ابرو پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ غزوہ بدر کے نازک ترین موقع پر مدینہ طیبہ کے اندر ایک مشاورتی نشست میں جاں نثارانِ مصطفیٰ کا یہ اعلانِ تسلیم و رضا تاریخِ اسلام کے صفحات کی زینت بن چکا ہے۔

یا رسول اللہ! ہم قومِ موسیٰ نہیں جو آپ کو یکہ و تنہا چھوڑ دیں۔ ہم آپ کے دائیں لڑیں گے، بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے، پیچھے لڑیں گے، دیوانہ وار اور پروانہ وار لڑیں گے۔ اور آپ کا حکم ہو تو ہم سمندر کی بھری ہوئی موجوں میں چھلانگ لگا دیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

سلسلہ اشاعت نمبر 8

نام کتاب: موسیٰ مبارک

مؤلف: علامہ یسین اختر مصباحی

عدد صفحات: 72

طبع اول: 1415ھ / 1994ء دارالقلم، دہلی۔

طبع دوم: 1417ھ / 1996ء دارالقلم، دہلی۔

طبع سوم: 1419ھ / 1999ء دارالقلم، دہلی۔

طبع چہارم: 1423ھ / 2003ء دارالقلم، دہلی۔

طبع پنجم: 1425ھ / 2004ء دارالقلم، دہلی۔

طبع ششم: 1427ھ / 2006ء دارالقلم، دہلی۔

تعداد: 1100

طباعت ہفتم: 1428ھ / 2007ء

ناشر

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد، کراچی

فون: 021-4219324

barkatulmadina@yahoo.com

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انکشت زناں

سرکھاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جب صحابہ کرام حاضری دیتے تو ادب کی تصویر بن جاتے۔ نشست و برخاست میں جذبہ احترام رسول اتنا غالب رہتا کہ لب کشائی کی جرأت نہیں ہو پاتی تھی۔ اور بعض اوقات آپ کی محفل کی یہ کیفیت ہوتی کہ صحابہ کی بیان کردہ اور محدثین و مؤرخین اسلام کی نقل کردہ روایت کے مطابق۔ کان علی رؤوسهم الطیر۔ ایسا محسوس ہوتا کہ صحابہ کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

جب محبوب کردگار ﷺ کے اوصاف و کمالات اور محامد و محاسن کے ذکر و بیان میں وہ رطب اللسان ہوتے تو عند لیبان چمن کی طرح نواںخی میں سرشار و بے خود ہو جاتے اور مدحت سرکار کائنات میں ان کی روحیں بھی کچھ اس طرح نغمہ سرا ہو جاتیں۔

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ الفت و محبت رسول کریم ﷺ کو جان ایمان، مغز قرآن اور روح دین سمجھ کر انہوں نے دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ آپ کے ہر حکم و ارشاد کو سرا آنکھوں پہ رکھا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت و شفقت کی نہ جانے کتنے واقعات صفحات کتب حدیث و سیر پہ نقش ہیں۔ فرط محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی زیارت کے وقت صحابہ کرام غایت ادب کے ساتھ آپ کا دست مبارک بھی چوم لیا کرتے تھے۔ صاحب صحیح بخاری امام محمد بن اسماعیل بخاری (ولادت ۱۹۴ھ۔ وصال ۲۵۶ھ) تحریر کرتے ہیں۔

عن عائشة ام المؤمنين قالت مارأيت احدا كان اشبه حديثا وكلاما برسول الله ﷺ من فاطمة. وكانت اذا دخلت عليه قام اليها فرحب بها وقبلها واجلسها في مجلسه. وكان اذا دخل عليها

قامت اليه فاخذت بيده وقبلته واجلسته في مجلسها. فدخلت

عليه في مرضه الذي توفي فرحب بها وقبلها.

(ص ۱۴۳۔ باب الرجل يقبل ابنته۔ الادب المفرد۔ مطبوعہ بمبئی)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے بیان کیا: کلام و گفتگو میں فاطمہ زہراء کو رسول اللہ ﷺ سے جتنی مشابہت تھی وہ میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی۔ فاطمہ زہراء جب آپ کے پاس حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے۔ انہیں بوسہ دیتے اور اپنی خصوصی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اٹھ کر آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مرض وصال میں بھی جب فاطمہ زہراء حاضر ہوئیں تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور بوسہ دیا۔“

ایسا نہیں کہ اسے صرف باپ اور بیٹی کے خون کا رشتہ سمجھ کر دست بوسی کے جواز کو محدود کیا جاسکے کیونکہ اس سے متصل ہی ایک دوسری روایت باب تقبیل الید کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر کے ایک غزوہ سے واپسی اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا ذکر ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں۔ فقبلنا یدہ (الادب المفرد) پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کی دست بوسی کی۔ عبدالرحمن بن رزین (طبقات ابن سعد میں عبدالرحمن بن زید العراقی سے یہی روایت منقول ہے) کی روایت ہے۔

مررنا بالربذة فقبل لنا ههنا سلمة بن الاكوع فاتيناها فسلمنا عليه فاخرج يديه. فقال بايعت بهاتين نبى الله ﷺ فاخرج كفأ له ضخمة كأنها كف بعير فقمنا اليها فقبلناها.

(ص ۱۴۴۔ باب تقبیل الید۔ الادب المفرد للامام البخاری)

ہم مقام ربذہ پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہاں حضرت سلمہ بن اکوع موجود ہیں۔ ہم ان کے پاس پہنچے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور کہا کہ ان ہاتھوں سے میں نے

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے۔ ان کی ہتھیلی اونٹ کے سم جیسی تھی جسے ہم نے چوم لیا۔

یحییٰ بن حارث ذماری نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے پوچھا کہ بایعت بیدک هذه رسول الله ﷺ؟ فقال: نعم: فقلت اعطني يدك اقبلها فاعطانيها فقبلتها۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد۔ ج ۸)

کیا آپ نے اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا اپنا ہاتھ دیکھیے کہ اسے بوسہ دوں۔ انہوں نے دیا تو میں نے اسے چوم لیا۔ حضرت ابن جدعان سے روایت ہے۔

قال ثابت لانس امسست نبي الله ﷺ قال نعم فقبلها۔

(الادب المفرد)

حضرت ثابت نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے مس ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں! تو ثابت نے انس کے ہاتھ کو چوم لیا۔ حضرت یونس بن میسرہ بیان کرتے ہیں۔

دخلنا على يزيد بن الاسود عائدین فدخل عليه واثلة بن الاسقع ﷺ فلما نظر اليه مديده فاخذیده فمسح بها وجهه وصدره لأنه بايع رسول الله ﷺ۔ (رواه ابو نعيم في الحلية ج ۹)

ہم یزید بن اسود کی عیادت کرنے گئے۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بھی اسی وقت ان کے پاس پہنچے۔ یزید بن اسود نے انہیں دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور واثلہ بن اسقع کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے چہرے اور سینے پر ملا کیونکہ واثلہ نے اپنے ان ہاتھوں کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیا تھا اور بیعت کی تھی۔

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی (ولادت ۴۷۶ھ وصال ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

ورؤی ابن عمر واضعا يده على مقعد النبي ﷺ من المنبر ثم وضعها على وجهه۔

(ص ۴۴ ج ۲۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى مطبوعه بمبئی)

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ منبر رسول جہاں آپ کی نشست گاہ تھی اس کو اپنے ہاتھ سے مس کر کے اسے اپنے چہرے پر مل لیا کرتے تھے۔

حضرت ابو محمد ورہ کی پیشانی کے تھوڑے سے بال اتنے لمبے تھے کہ وہ زمین تک آجاتے تھے۔ انہیں آپ کٹواتے نہیں تھے۔ لوگوں نے اسے کٹوانے کو کہا تو آپ نے کہا کہ ان بالوں پر رسول اللہ ﷺ نے دست شفیقت پھیرا ہے اس لئے میں انہیں زندگی بھر نہیں کٹوا سکتا۔

(نیہلی، دارقطنی، مسند احمد، ابن حبان شفاء وغیرہ)

صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ وہ صرف آپ کے دست مبارک کو نہیں بلکہ جو ہاتھ اس دست مبارک سے مس ہو جاتا اسے بھی بوسہ دیتے، چہرے اور سینے پر ملتے حتیٰ کہ آپ کی نشست گاہ سے بھی برکت حاصل کرنے کیلئے اسے چھو کر اپنے چہرے پر مل لیا کرتے تھے۔ اور یہ مس کرنا، بوسہ دینا آپ کی ذات اور آپ سے منسوب چیزوں ہی کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ احترام و عقیدت کی انہوں نے ایک ایسی دنیا سار رکھی تھی جس میں آپ سے کچھ عرض و معروض کرنے کے لئے یا محمد نہیں بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ، فداک ابی وای کہا جاتا تھا۔ اور مقام ندا میں یا محمد کہہ کر آپ کو نہیں پکارا جاتا تھا۔ غیر مقام ندا میں بھی جب یہ نام پاک ان کی زبان پر آتا تو وہ جھوم اٹھتے، روح مسکرا اٹھتی، دل وجد میں آجاتا اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا بہجت و انبساط اور کیف و سرور کے عالم میں وہ خود اپنے ہی لب چوم لیا کرتے تھے:

لب پہ آجاتا ہے جب نام جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب

وجد میں آکے ہم اے جان بیتاب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

رسول اکرم ﷺ کا پسینہ ہو کہ آپ کا آب وضو ہو کہ پیا ہوا پانی ہو یہاں تک کہ وہ مشکیزہ جس سے آپ نے پانی پی لیا ہو ان سب کے ساتھ صحابہ کرام کا والہانہ تعلق ہوتا تھا اور وہ انہیں اپنے لئے باعث برکت سمجھا کرتے تھے جس کی تائید مندرجہ ذیل واقعات سے ہوتی ہے۔

انس ﷺ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ آپ کے جسم مبارک سے پسینہ نکلنے لگا تو میری ماں ام سلیم نے وہ پسینہ ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ خواب سے بیدار ہو گئے اور پوچھا کہ ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ میری ماں نے کہا کہ آپ کا پسینہ میں اپنی خوشبو میں حل کر دوں گی۔ یہ پسینہ ساری خوشبوؤں میں بہتر خوشبو ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے رسول اکرم ﷺ کا مبارک پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیا تھا اور جب حضرت انس کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ اس پسینہ کی ملی ہوئی خوشبو حنوط میں ملا کر مجھ پر مل دی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب الاستئذان)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجہ بیمار ہے اس کے پاؤں میں درد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی۔ پھر آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پی لیا۔ (صحیح بخاری کتاب الوضوء)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں اور خالد بن ولید حضرت میمونہ کے پاس رسول اکرم ﷺ کے ساتھ گئے۔ وہ دودھ کا پیالہ لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ دودھ پیا۔ اس وقت میں آپ کے دائیں جانب اور خالد بن ولید بائیں جانب تھے۔ آپ نے بچا ہوا دودھ عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے پیو اور اگر چاہو تو خالد کو دے دو۔ میں نے کہا کہ آپ کا جوٹھا میں کسی کو نہیں دوں گا اور خود پیوں گا۔ (شمائل ترمذی)

عبدالرحمن بن ابی عمرہ اپنی دادی حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے اور ایک مشکیزہ جولا کا ہوا تھا اس سے منہ لگا کر پانی پیا تو میں نے اس مشکیزہ کا وہ ٹکڑا کاٹ کر رکھ لیا جہاں آپ کا منہ لگا تھا۔ (ترمذی دوم ابواب الاشریہ)

آپ کے جسم مبارک سے جو کپڑا مس ہو جائے اسے بھی صحابہ کرام محترم و متبرک سمجھا

کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس تھوڑے میں آئی ہوئی ایک چادر کو ایک صحابی نے آپ سے مانگ لیا اور جب بعض صحابہ نے ان سے کہا کہ رسول اکرم کو خود اس کی ضرورت تھی تم نے کیوں مانگ لیا؟ تم جانتے ہو کہ آپ کسی سائل کو مایوس نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ واللہ العظیم! میں نے اسے یوں ہی پہننے کے لئے نہیں بلکہ اسے اپنے کفن کے لئے حاصل کیا ہے۔ سعد کہتے ہیں کہ وہ اسی میں مدفون بھی ہوئے۔ (ابن ماجہ)

قدم ناز مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے نسبت رکھنے والے شہر مبارک کے بارے میں رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ (سورہ بلد۔ آیت ۲۰)

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس میں تشریف فرما ہو۔

حضرت عمر بن خطاب نے ایک بار عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی کتنی عظیم شان اور حیثیت ہے کہ خالق کائنات نے آپ کے خاکِ قدم کی قسم یاد فرمائی ہے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے منبر اور گھر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

مابين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة (بخاری و مسلم)

میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کا ایک باغ ہے۔

ایک روایت ہے۔

ان منبري على ترعة من ترع الجنة (الحديث)

میرا منبر جنت کا ترعہ (باغ۔ دروازہ۔ زینہ) ہے۔

اور فرمایا آپ نے۔ منبري على حوضي (بخاری) میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلام مجید نے کھائی شہاء ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

اک طرف روضہ کا نور اک سمت منبر کی بہار
بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ
صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ - وصال ۱۰۵۲ھ) مدینہ النبی اور مکہ مکرمہ کی فضیلت پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”بالآخر فیصلہ اس پر ٹھہرا کہ قبر شریف سید کائنات علیہ افضل الصلوٰات واکمل التحیات مطلقاً اور بالعموم افضل واکرم ہے۔ خواہ شہر مکہ مکرمہ ہو یا خانہ کعبہ شریف۔ اور خانہ کعبہ سوائے قبر شریف آنحضرت (ﷺ) شہر مدینہ سے افضل ہے۔ اور باقی مدینہ افضل ہے باقی مکہ سے یا باقی مکہ افضل ہے باقی مدینہ سے اس میں اختلاف ہے۔ الخ (ص ۱۴، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مطبوعہ دہلی) طبرانی نے معجم کبیر میں رافع بن خدیجؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے ہیں۔

المدينة خير من مكة. (طبرانی)

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بہتر ہے۔

اور امام مالک نے مؤطا میں روایت بیان کی ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے بطریق توثیح کے عبد اللہ بن عباس مخزومی سے کہا: تم کہتے ہو کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! مکہ حرم خدائے تعالیٰ اور بلد امان ہے۔ اور مکہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کا گھر ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ فرمایا کہ میں حرم خدا اور اس کے گھر کی بابت کچھ نہیں کہتا۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے؟ انہوں نے پھر کہا کہ: مکہ حرم خداوندی ہے اور اس میں اس کا گھر ہے۔ حضرت عمرؓ نے سہ بارہ فرمایا کہ: میں حرم خدا اور بیت اللہ کی بات تو دریافت ہی نہیں کرتا۔ کچھ دیر تک اسی طرح باہم گفتگو ہوتی رہی۔ پھر

حضرت عمرؓ چلے گئے۔ (ص ۱۸ جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ دہلی)

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا ہی زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے؟

کعبہ سے اگر تربت شہ فاضل ہے کیوں بائیں طرف اس کیلئے منزل ہے

اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقہ دل ہے

رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھنے والے سارے مقامات و مشاہد و آثار و تبرکات کی صحابہ و تابعین تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ اور آپ سے منسوب ہر چیز کے احترام کو وہ آپ ہی کی تعظیم کا حصہ سمجھتے تھے۔

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے درمیان متواتر طور پر وہ روایت چلی آرہی ہے جس کے کچھ نمونے آپ نے ملاحظہ کیے۔ اور قاضی عیاض مالکی (وصال ۵۴۴ھ) نے اسی مسلک کو اپنے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

ومن اعظامہ واکبارہ اعظام جميع اسبابہ واکرام مشاہدہ وامکنۃ

من مكة والمدينة ومعاهدہ. وما لمسه ﷺ او عرف به.

(ص ۴۴، ج ۲، شفاء قاضی عیاض، مطبوعہ: ممبئی)

نبی اکرم ﷺ کے آثار و تبرکات جن کا آپ کے جسد اطہر سے یا کسی بھی طرح کا کوئی تعلق و نسبت آپ سے ہو اس کی تعظیم و تکریم مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ اور اسی پر اسلاف کرام کا تعامل ہے۔

ان آثار و تبرکات کی حقیقی حیثیت ثقہ تاریخ و سند سے زیادہ قابل اطمینان ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلسل روایت اور تاریخ و سند نہ ہو تب بھی آپ کی طرف اس کی نسبت کی شہرت کافی ہے۔ فرضی و اختراعی آثار و تبرکات کا الزام دینا اور ان کی تعظیم نہ کرنا شان مومن سے بعید ہے۔ اور کوئی مسلمان بلاوجہ کسی چیز کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کیوں کرے گا؟ اس لئے اس کے

ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے بدگمانی سے بچنا لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا. (سورہ یونس آیت ۳۶)
پیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا۔

نیز ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ.

(سورہ حجرات آیت ۱۲)

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔

بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

اور بالفرض کوئی شخص دیدہ و دانستہ کسی چیز کا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط طور پر کرتا ہے تو اس کے لئے یہ وعید ہے۔

من کذب علی متعمدا فلیتبعوا مقعده من النار. (الحدیث)

جو شخص میری طرف غلط انتساب کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنائے۔

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا عذاب وہ خود ہی بھگتے گا اور سچا ہے تو پھر بدگمانی کرنے والے پر

وبال ہوگا۔

وَأَنَّ يَكْ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ. وَإِنَّ يَكْ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي

يَعِدُكُمْ. (سورہ مومن آیت ۲۷)

اور بالفرض اگر وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط بیانی کا وبال ان پر ہوگا۔ اور اگر وہ سچے ہیں

تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں۔

بہر حال! دنیا میں جہاں کہیں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کوئی مونے مبارک

ہے ہم عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ابرو و مژگان رسول کے ذکر کو وجہ سعادت و ذخیرہ آخرت سمجھتے ہیں۔ ابر کرم بن کر چھا جانے والے معطر و معنبر گیسوئے پاک کی طرف ہماری پرامید نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ اور اس کی رحمت و نیکس نوازی پر یقین رکھتے ہوئے مرد مومن اور عاشق رسول کا ذوق و وجدان یہ کہتا ہے کہ:

صبح وطن پہ شام غریباں کو دوں شرف

نیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے مونے مبارک ایک حجام مونڈ رہا ہے اور صحابہ آپ کے گرد جمع ہیں اور ہر ایک کی خواہش و تمنا تھی کہ مونے مبارک کسی صحابہ کے ہاتھ ہی میں آئے۔ (صحیح مسلم)

جعفر بن عبد اللہ بن حکم بیان کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہو گئی۔ آپ نے اسے ڈھونڈنے کا حکم دیا مگر وہ نہ مل سکی۔ پھر یہی حکم دیا تو کافی جستجو کے بعد ایک پرانی ٹوپی ملی۔ اسے پا کر خالد بن ولید نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ فرما کر اپنا سر منڈایا،

فابتدر الناس جوانب شعره. فسبقتهم الى ناصيته فجعلتها في

هذه القلنسوة. فلم اشهد قتالا وهي معي الا رزقت النصر.

(طبرانی و ابویعلیٰ)

لوگ ہر طرف سے آپ کے مبارک بال لینے لگے۔ قسمت سے میں آپ کی پیشانی مبارک کے مبارک بال پا گیا اور انہیں اس ٹوپی کے اندر میں نے رکھا لیا۔ پھر جس جنگ میں بھی گیا اس میں مجھے فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی (ولادت ۸۱۷ھ وصال ۸۹۸ھ) لکھتے ہیں: آنحضرت

ﷺ نے مقام حدیبیہ میں سر منڈا کر سارے بال ایک سبز و شاداب درخت پر رکھوا دیئے۔

اصحاب رسول اس درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور مونے مبارک کو چھنے اور ایک

دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہ کہتی ہیں۔ میں نے بھی چند بال حاصل کر لیے۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلا دیتی تو اللہ رب العزت اسے شفا اور صحت عطا فرماتا۔

(ص ۱۴۸۔ شواہد النبوة لتقیہ یقین اہل الصلوۃ از عبد الرحمن جامی۔ مطبوعہ محل تبلیغ شریعت، جامع مسجد، دہلی) حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارے میں ابو عبد اللہ محمد بن سعد زہری (ولادت ۱۶۸ھ وصال ۲۳۰ھ) نے لکھا ہے کہ: جب عمر بن عبد العزیز کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ناخن کا تراشہ اور مونے مبارک ان کے کفن میں رکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد پنجم)

رحمتِ دو عالم ﷺ کی ذات، آپ کی صفات، آپ کی یاد، آپ کی طرف منسوب اشیا کا ذکر و بیان بھی یقیناً شفاءِ امراض و دوائے جملہ علت ہائے روحانی و جسمانی ہے۔ نسخہٴ مغفرتِ ذنوب ہے۔ اکسیرِ اعظم ہے۔ سایہٴ رحمت ہے۔ سب کرم و عنایت ہے اور باعثِ شفاعتِ شفیع المذنبین ہے۔ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

ہم یہ کاروں پہ یارب! تپشِ محشر میں
سایہٴ آگن ہوں، ترے پیارے کے پیارے گیسو

امین امین یارب العالمین

بجاء حبیبک سید المرسلین

علیہ وعلى آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیمات

دوشنبہ

پنس اختر مصباحی

بانی و مہتمم دار القلم ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ | ۲۵ اگست ۱۹۹۴ء

شعائر اللہ کی عظمت و برکت

رب کائنات نے جن احکام و مناسک اور مقامات و اماکن کی حرمت و تکریم کا حکم دیا ہے انہیں حرمت و شعائر اللہ کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ انہیں دیکھ کر اور ان سے متعلق ہدایات پر عمل کر کے ایمان کی لذت و حلاوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور مومن کے درجہٴ ایمان اور منصب شرف و کرامت میں رب کائنات ترقیاں عطا فرماتا ہے۔

طواف بیت اللہ وغیرہ کا حکم بیان کرنے کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لّٰهُ عِنْدَ رَبِّهِ۔ (سورہ حج آیت ۳۰)

بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

حرمت اللہ سے رب کائنات کے احکام و ارشادات مراد ہیں۔ خواہ وہ جیسے اور جن فرائض و عبادات سے متعلق ہوں۔ مناسک حج بھی مراد ہیں۔ اور بعض مفسرین کرام بیت حرام، مشعر حرام، شہر حرام، بلد حرام، اور مسجد حرام بھی مراد لیتے ہیں۔

اس کے بعد والی دوسری آیت کریمہ میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ۔ (سورہ حج آیت ۳۱)

بات یہ ہے جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کے نزدیک یہاں شعائر اللہ سے مراد قربانی کے جانور ہیں۔ اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ قربانی کے جانور فریہ خوبصورت قیمتی ہوں۔

شعائر اللہ میں جان دار اور بے جان دونوں چیزیں شامل ہیں جنہیں اس عظمت و برکت سے نوازا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْبُذُنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ. (سورۃ حج آیت ۳۶)

اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کیے۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ نے جن دو بے جان پہاڑیوں کا چکر لگایا اور پھر حضرت اسماعیل کی ایڑیوں کے نیچے سے چشمہ زم زم اُبل پڑا۔ یہ دونوں چیزیں بھی شعائر اللہ میں داخل ہو گئیں۔ حجاج وزائرین احتراماً کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر آب زم زم سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور حج و عمرہ کرنے والے صفا و مروہ کی سعی کرتے ہیں۔

صفا و مروہ کے شعائر اللہ میں داخل ہونے اور اس کے طواف کے بارے میں اس آیت کریمہ کے اندر صراحت موجود ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ.

(سورۃ بقرہ آیت ۱۵۸)

بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تو جو اس بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کا طواف (سعی) کرے۔ اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا علم والا ہے۔

حج سال میں صرف ایک مرتبہ اپنے متعین وقت پر ہوگا اور عمرہ سال بھر ہو سکتا ہے۔ حج و عمرہ دونوں میں صفا و مروہ کے درمیان سعی لازم ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے دین کی نشانیاں مراد ہیں۔ مثلاً مقامات متبرکہ میں سے کعبہ، صفا، مروہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، مساجد وغیرہ۔ اور اوقات و ازمۃ مقدسہ میں سے جمعہ، ایام تشریق، عید الفطر، عید الاضحیٰ، رمضان، اشہر حرم، وغیرہ۔ اسی طرح دیگر نشانیاں مثلاً اذان، اقامت، نماز باجماعت، نماز جمعہ، نماز عیدین، ختنہ وغیرہ۔ یہ سب شعائر اللہ میں داخل

ہیں جن کا اکرام و اہتمام اہل ایمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

کعبۃ اللہ، معبود حقیقی کا پہلا گھر اور اس کی عظیم نشانی ہے جس کی طرف رخ کر کے مسلمان اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ.

(سورۃ آل عمران آیت ۹۶)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے جو برکت والا ہے اور سارے عالم کا رہنما ہے۔

اس کعبۃ اللہ سے متصل ایک عظیم نشانی مقام ابراہیم ہے۔ اور یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی جس پر آپ کے نشان قدم پڑ گئے اور امتداد زمانہ کے باوجود پہلوئے کعبہ میں یہ مقام ابراہیم آج بھی موجود ہے۔ اسی مقام ابراہیم کے بارے میں رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ (آل عمران آیت ۹۷)

اس (کعبہ) میں کھلی نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے۔

اس مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھنے کا خود اللہ نے حکم دیا ہے جس سے اس کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى. (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۵)

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

وادی منیٰ میں حجاج کرام قربانی کرتے ہیں کیوں کہ وہ جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ قربانی کی یاد دلاتی ہے۔ اور شعائر اللہ میں وادی منیٰ بھی داخل ہے جہاں حج کے موقع پر آج بھی حجاج کرام قربانی کرتے ہیں۔

اور اسی طرح تابوت سیکنہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس کا ذکر

قرآن حکیم میں موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت شمویل علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی بنائے گئے۔ بنی اسرائیل پر اس زمانہ میں ایک ظالم اور جابر بادشاہ جالوت مسلط تھا۔ بنیامین بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک صالح اور عالم و شجاع شخص کو حضرت شمویل علیہ السلام نے بحکم الہی بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ نبوت لاوی بن حضرت یعقوب علیہ السلام اور سلطنت یہود بن حضرت یعقوب علیہ السلام میں چلی آرہی ہے۔ اور یہ ان دونوں خاندانوں میں سے نہیں تو یہ ہمارے بادشاہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ سلطنت کا تعلق نسل و خاندان سے نہیں بلکہ توفیق و فضل الہی سے ہے۔ پھر جالوت کے بارے میں حضرت شمویل نے کہا۔

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ. (سورۃ بقرہ آیت ۲۴۷)

فرمایا! اے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم و جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے۔

پھر بنی اسرائیل نے حضرت شمویل سے کہا کہ اگر جالوت بحکم الہی ہمارے بادشاہ ہیں تو ان کی نشانی کیا ہے؟ حضرت شمویل نے جو جواب دیا اس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ. (سورۃ بقرہ آیت ۲۴۸)

(سورۃ بقرہ آیت ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا۔ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز

موسیٰ اور ہارون کے ترکہ کی، اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس موقع پر جب بنی اسرائیل پر جہاد فرض ہوا تو وہ بہانے بنا کر پیچھے ہٹ گئے۔ بیت المقدس سے لشکر طالوت کی روانگی اور جہاد کے پہلے مرحلہ میں صرف تین سو تیرہ افراد نے شرکت کی جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی شامل تھے اور آپ ہی نے جالوت کو قتل کیا جس کے انعام میں طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا اور انتقال طالوت کے بعد تمام ملک پر حضرت داؤد کی سلطنت ہو گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ

(سورۃ بقرہ آیت ۲۵۱)

اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی۔

تابوت سکینہ جسے اللہ نے اپنی نشانی قرار دیا ہے وہ شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا صندوق تھا۔ تفسیر جلالین و جمل و خازن و مدارک وغیرہ میں اسکی تفصیل اس طرح ہے۔

تابوت سکینہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء ﷺ کی اور حضور کے دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک سرخ یا قوت میں تھی کہ حضور بہ حالت نماز قیام میں ہیں اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا۔ یہ صندوق وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی۔ چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا، اور تھوڑا سا ”من“ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے جس سے بنی اسرائیل کے دل کی تسکین رہتی تھی۔

آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں منتقل و متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر اللہ سے دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے۔ دشمنوں کے مقابلے میں وہ اس کی برکت سے فتح پاتے۔

جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بد عملی بہت بڑھ گئی اور اللہ نے ان پر عداقت کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے۔ اسے گندے اور نجس مقامات پر رکھا اور اسکی بے حرمتی کی۔ ان گستاخیوں کی وجہ سے عداقت طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے۔ انکی پانچ آبادیاں ہلاک ہوئیں۔ اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت انکی بربادی کا باعث ہے۔ اپنی یہ بربادی دیکھ کر عداقت نے تابوت کو ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے۔

اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل نے اسے دیکھ کر طالوت کی بادشاہی قبول کی اور بلا پس و پیش جہاد کے لئے تیار ہو گئے کیوں کہ تابوت پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا۔

طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کیے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

تابوت سیکنہ کی تصویریں اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تھیں۔ وہ کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں تھیں۔ جان دار کی تصویر سازی و تصویر کشی انسان کے لئے ممنوع و حرام ہے۔

تابوت سیکنہ کی مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ انبیاء و صالحین کے آثار و تبرکات کا اعزاز و اکرام اہل ایمان کیلئے ضروری ہے، انکی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، حاجتیں پوری ہوتی ہیں، بلائیں دفع ہوتی ہیں۔ دشمن پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ دل کو سکون ملتا ہے۔ اور ان آثار و تبرکات کی

بے حرمتی اور اہانت، بد نصیبوں گستاخوں اور گمراہوں کا طریقہ اور بربادی و ہلاکت کا سبب ہے۔

شعائر اللہ ہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قیص بھی شامل ہے۔ برادران حضرت یوسف نے جب آپ کو حضرت یعقوب سے جدا کر دیا اور اپنے بیٹے حضرت یوسف کی جدائی میں روتے روتے حضرت یعقوب کی بینائی زائل ہو گئی تو عرصہ دراز کے بعد حضرت یعقوب کے حکم پر برادران یوسف کنعان سے مصر پہنچے۔ ملاقات کے بعد جب حضرت یوسف کو اپنے والد کا یہ حال ان کی زبانی معلوم ہوا تو انہوں نے کہا۔

اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِيْ يٰٓاَتِ بَصِيْرًا

(سورہ یوسف آیت ۹۳)

میرا یہ کرتا لے جاؤ۔ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ حضرت یوسف کی یہ قیص حضرت یعقوب کے پاس پہنچی اور:

فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ الْبَشِيْرُ اَلْقَاهُ عَلٰی وَجْهِهِ فَارْتَدَّتْ بَصِيْرًا

(سورہ یوسف آیت ۹۶)

جب خوش خبری سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا تو ان کی آنکھیں پھر روشن ہو گئیں۔

اب آپ نگاہ مومن کو روشنی، قلب کو سکون، روح کو تازگی، جسم کو شفا دینے والے آثار و تبرکات جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے متعلق چند مستند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ اپنی یہ چادر مبارک عنایت فرمادیں۔ آپ نے اسے وہ چادر عنایت فرمادی۔ صحابہ کرام کے سوال پر اس شخص نے چادر حاصل کرنے کی یہ وجہ بتائی۔

فَقَالَ الرَّجُلُ. وَاللّٰهٖ مَا سَأَلْتُهَا اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفْنِيْ يَوْمَ اَمُوْتُ. فَقَالَ

سَهْلُ فَكَانَتْ كَفْنَهُ (صحیح بخاری)

اس شخص نے کہا۔ واللہ! میں نے یہ چادر آپ سے اس لئے مانگی ہے کہ اسے اپنا کفن بناؤں۔ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ یہی چادر اس کا کفن بنی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک جیبہ تھا جس کے بارے میں وہ کہتی ہیں۔

فَقَالَتْ هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قَبِضْتُ فَلَمَّا قَبِضْتُ قَبِضْتُهَا.

وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يَسْتَشْفَى بِهَا.

(ص ۱۹۰ صحیح مسلم جلد دوم)

اسماء نے کہا کہ یہ جیبہ عائشہ صدیقہ کے پاس ان کے انتقال کے وقت تک رہا۔ انتقال کے بعد اسے میں نے لے لیا۔ نبی اکرم ﷺ اسے پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر مریضوں کو اس کا پانی پلاتے ہیں جس سے انہیں شفا مل جاتی ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا مبارک لباس مرحومین کے لئے باعث رحمت و برکت ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ام عطیہ انصاریہ بیان کرتی ہیں:

حضور اکرم ﷺ کی ایک صاحبزادی کا وصال ہوا تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ خالص پانی یا بیر کے پتے جوش دیے ہوئے پانی سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر ضرورت محسوس کرو تو اس سے زیادہ بھی اور آخر میں کا فور لگاؤ اور غسل سے فارغ ہونے کے بعد مجھے خبر دو۔ (ام عطیہ کہتی ہیں کہ) جب ہم لوگ غسل دے چکے تو آپ ﷺ کو خبر دی۔ آپ نے اپنا تہبند عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسے ان سے متصل رکھو۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم والبوداؤد و ترمذی و نسائی)

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ برکت کے لئے آپ ﷺ نے ایسا کیا اور یہ حدیث آثار صالحین سے حصول برکت کی ایک اصل ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

وَالْحِكْمَةُ فِيهِ التَّبَرُّكُ بِآثَارِهِ الشَّرِيفَةِ. وَأَمَّا آخِرُهُ إِلَى فَرَاعْنِ مِنْ

الغسل ولم يناولهن اياه اولا ليكون قريب العهد من جسده الشريف حتى لا يكون بين انتقاله من جسده الى جسدها فاصل. وهو اصل في التبرك بآثار الصالحين. (شرح بخاری جلد ۴) اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

أَمَّا فَعَلَ ذَلِكَ لِيُنَازِلَهَا بَرَكَةُ ثَوْبِهِ. (شرح بخاری جلد ۲)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دریں جا استحباب تبرک است بلباس صالحین و آثار ایشان بعد از موت در

قبر۔ چنان کہ قبل موت نیز ہم چنینں بودہ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ ج ۱)

حضرت عمر فاروق کی تمنا تھی کہ انتقال کے بعد بھی رسول اکرم ﷺ کا قرب مجھے حاصل رہے۔ چنانچہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں بھیجا کہ تم جا کر ان سے درخواست کرو کہ کیا رسول اکرم اور ابو بکر صدیق کے پہلو میں دفن ہونے کے لئے مجھے بھی جگہ مل سکتی ہے؟ عائشہ صدیقہ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے خاص کر رکھی تھی مگر اب میں اس کے لئے عمر بن خطاب کو ترجیح دیتی ہوں۔ یہ جواب سن کر عبد اللہ بن عمر جب واپس آئے اور خوش خبری سنائی کہ حضرت عائشہ نے انہیں اجازت دے دی ہے تو آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ ماکان شئى اہم الی من ذلك المصنوع اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ کوئی چیز میرے لئے اہم نہیں۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فيه الحرص على مجاورة الصالحين في القبور طمعاً في اصابة

الرحمة اذا نزلت عليهم وفي دعاء من يزورهم من اهل الخير.

(شرح بخاری جلد ۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم ﷺ ایک بار ہمارے گھر تشریف

لائے۔ اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کے منہ سے آپ نے پانی پیا۔ میری ماں ام سلیم نے مشکیزہ کے اس حصہ کو کاٹ کر محفوظ کر لیا جس سے لہجائے رسول ﷺ مس ہوئے تھے۔ مشکیزہ کا یہ منہ ہمارے گھر میں محفوظ ہے۔ (مسند امام احمد ابن حنبل)

حضرت خدش بن ابی خدش کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پہلے حضور اکرم ﷺ پانی پیا کرتے تھے اور آپ سے ہی خدش بن ابی خدش نے حاصل کر لیا تھا۔
حضرت عمر فاروق جب کبھی حضرت خدش کے پاس جاتے تو وہی پیالہ منگواتے اور اس میں آب زمزم رکھ کر پیتے پھر اپنے چہرہ پر اس پانی کے چھینٹے مارتے۔

(ترجمہ خدش۔ الاصابہ۔ کنز العمال)

حضرت ابو بردہ نے بیان کیا کہ میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن سلام مجھ سے ملے اور انہوں نے کہا کہ گھر چلو میں تمہیں اس پیالے سے پلاؤں گا جس سے نبی کریم ﷺ نے پیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت ابو عبدالرحمن السلمی حضرت احمد بن فضلویہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے مس کردہ ایک کمان تھی جسے وہ بغیر وضو کے نہیں چھوتے تھے۔

قال ما مست القوس بیدی إلا علی طہارة منذ بلغنی ان النبی ﷺ اخذ

القوس بیدیه۔ (ص ۴۴ الشفا جلد دوم قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ)

انہوں نے کہا جب سے مجھے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک سے یہ کمان مس کردہ ہے اس وقت سے بغیر وضو کے میں نے اسے نہیں چھوا ہے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی الغداة جاء خدم المدينة بأنیتهم فیہا

الماء۔ فما یؤتی باناء إلا غمس یدہ فیہا۔ فربما جاء فی الغداة

الباردة فیغمس یدہ فیہا۔ (صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۵۶)

رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو مدینہ طیبہ کے بچے اپنے اپنے برتن میں پانی بھر کر آپ کے پاس لاتے اور آپ ہر برتن میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ کبھی کبھی سخت سردی میں بھی فجر کے وقت بچے آتے تب بھی آپ ان برتنوں میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔

حضرت ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں:

رأیت بلالاً اخذ وضوء النبی ﷺ ورأیت الناس یتقدرون ذاک

الوضوء۔ فمن اصاب منه شیئاً تمسح به۔ ومن لم یصب منه شیئاً

اخذ من بلال ید صاحبہ۔ (صحیح بخاری)

میں نے بلال حبشی کو دیکھا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی جمع کر لیا۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ وہ پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جسے کچھ پانی مل گیا اس نے تو اسے (منہ اور بدن پر) مل لیا۔ اور جو اس سے محروم رہا وہ پانی حاصل کرنے والے شخص کے ہاتھ کی تری ہی سے فیض حاصل کر رہا ہے۔

عمون بن ابو جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کی:

قال اتیت النبی ﷺ بمكة وهو بالابطح فی قبة له حمراء من ادم۔

قال فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل وناضح

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

ففیہ التبرک بآثار الصالحین واستعمال فضل طہورہم۔ وو

شرابہم ولباسہم (شرح صحیح مسلم)

اس سے بزرگوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے اور ان کے بچے ہوئے پانی و لباس

کو تبرک استعمال کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:

ثلم رسول الله ﷺ اظفاره وقسم بين الناس. (مسند امام احمد بن حنبل)
رسول اللہ ﷺ نے اپنے ناخن پاک کٹوائے اور انہیں موجود لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیا۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:

رأيت رسول الله ﷺ والحلاق يحلقه واطاف به اصحابه فما
يريدون ان تقع شعرة الا في يد رجل. (ص ۲۵۶ جلد دوم صحيح مسلم)
میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بال حجام مونڈ رہا ہے اور صحابہ کرام آپ کے گرد جمع
ہیں۔ ان کی خواہش و کوشش یہ تھی کہ آپ کا مونے مبارک کسی کے ہاتھ ہی میں آئے۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی سے روایت ہے:

قلت لعبيدة عندنا من شعر النبي ﷺ اصبناه من قبل انس او من قبل
اهل انس. قال لأن تكون عندي شعرة منه احب الي من الدنيا
وما فيها. (بخاری۔ کتاب الوضوء)

میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ کے مونے مبارک ہیں جو
انس بن مالک یا ان کے گھر والوں کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئے ہیں۔ حضرت عبیدہ نے کہا
میرے پاس حضور اکرم ﷺ کا ایک مونے مبارک ہونا دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے متروکات و تبرکات سے بعض چیزیں حضرت عمر بن
عبدالعزیز کے پاس تھیں جنہیں انہوں نے ایک کمرہ میں احترام کے ساتھ محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز
ایک بار ان تبرکات کی زیارت کیا کرتے تھے۔

سادات و اشراف میں سے جب کوئی آپ سے ملاقات کے لئے آتا تو اسے بھی آپ
ان کی زیارت کراتے اور عرض کرتے کہ یہی تبرکات تو میرا سرمایہ و میراث ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ

ان کی برکت سے تمہیں عزت دے۔

کمرہ کے اندر رکھے ہوئے تبرکات یہ تھے۔ چار پائی، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی
چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑا موزہ، چکی اور ترکش جس میں چند تیر تھے۔ تکیہ کے اندر رسول اکرم
ﷺ کے سر مبارک کی چکنائی کا اثر تھا۔

ایک شخص کو سخت بیماری لاحق ہوئی جس سے اسے شفا نہیں مل رہی تھی۔ حضرت عمر بن
عبدالعزیز سے اس کے بارے میں ذکر کیا گیا اور پھر آپ کی اجازت سے اس چکنائی میں سے کچھ
دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔ (مدارج النبوة)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی (ولادت ۸۴۹ھ وصال ۹۱۱ھ) ایک روایت نقل
کرتے ہیں: جب کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ بانٹ سعاد رسول اللہ ﷺ کو پڑھ کر سنایا تو آپ نے
چادر مبارک دوش اطہر سے اتار کر کعب کو عطا فرمادی۔ امیر معاویہ نے کعب کو لکھا کہ دس ہزار درہم
لے لو اور چادر مبارک ہم کو دے دو۔ لیکن کعب نے انکار میں جواب دیا۔ جب کعب کا انتقال ہوا تو
امیر معاویہ نے ان کے بیٹوں سے وہ چادر مبارک بیس ہزار درہم میں حاصل کر لی۔ پھر وہ چادر
خلفائے بنو عباس میں منتقل ہو گئی۔ (ص ۸۲ تاریخ الخلفاء مطبوعہ دہلی)

حضرت ملا علی قاری سلطان محمد ہردی (متوفی ۱۰۱۳ھ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
وصیت کے بارے میں لکھتے ہیں: وصیت کرتے ہوئے امیر معاویہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے
تبرکات میں لنگی، چادر اور کرتہ میرے پاس ہے۔ چند مونے مبارک اور ناخن کے تراشے ہیں۔

مجھے کفن میں حضور اکرم ﷺ کا کرتہ پہنایا جائے۔ آپ کی چادر میں مجھے لپیٹا جائے اور
آپ کی لنگی مجھے باندھ دی جائے۔ پھر میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے آپ کے مونے
مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ کر مجھے ارحم الراحمین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

(ص ۶۲۸ جلد ۵ مرقاة شرح مشکوٰۃ)

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے وصال کے وقت فرمایا:

انی صحبت رسول اللہ ﷺ فخرج لحاجته فاتبعته باداوة.
فكساني احد ثوبيه الذي كان على جسده. فخبأت لهذا اليوم.
فاذا انأمت فاجعل ذلك القميص دون كفني مما يلي جلدی. وخذ
ذلك الشعر والاضفار فاجعله فی فمی وعلى عینی ومواضع
السجود منی. فان نفع شئ فذاك والا فان الله غفور رحيم.

(الاستيعاب لابن عبد البرج اول)

وادی منی، صفا و مروہ، مقام ابراہیم، تابوت سکینہ، پیالہ، جبہ، چادر، ناخن، بال، کمان،
موزہ، چار پائی، و دیگر آثار و تبرکات کے ساتھ صحابہ و تابعین کے جذبہ احترام کے ایمان افروز
واقعات و مناظر سے آپ کی نگاہیں روشن و منور ہوئیں۔ صحابہ کرام کے والہانہ انداز محبت کو دیکھ کر
آپ کا بھی جذبہ عقیدت یقیناً جاگ اٹھا ہوگا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (سورہ حج آیت ۳۱)

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

حضرت یوسف کنعانی کی قیص سے حضرت یعقوب کی نگاہیں روشن ہو گئیں اور حضرت
محمد عربی کے تبرکات سے صحابہ و تابعین نے اپنے جسم و روح اور قلب و ضمیر کو روشن کیا۔ اور آپ کے
آثار مقدسہ کے نکھرے ہوئے جلوؤں سے انہوں نے زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے بھی روشنی
اور سکون دل حاصل کر کے اپنے قلوب کو گلزار و نخلستان ایمان بنا دیا۔

اللہ اللہ! بہار چمنستان عرب پاک ہیں لوٹ خزاں سے گل وریحان عرب
عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب
کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قیص یوسفستان ہے ہر ایک گوشہ کنعان عرب
دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیران عرب آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربان عرب
فصل گل لاکھ نہ ہو وصل کی رکھ آس ہزار پھولتے پھلتے ہیں بے فصل گلستان عرب

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستان عرب
ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا
چار دن بر سے جہاں ابر بہار ان عرب

تبرکات رسول

امام المحمد ثین ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (ولادت ۱۹۴ھ وصال ۲۵۶ھ) تبرکات
رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک باب کے تحت چند احادیث کریمہ کی روایت اپنی صحیح بخاری
میں اس طرح کرتے ہیں:

باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاه وسيفه وقدره وخاتمه وما

استعمل الخلفاء بعده من ذلك مما لم يذكر قسمته ومن شعره ونعله

وآنيته مما يتبرك اصحابه وغيرهم بعد وفاته. (صحیح بخاری)

تبرکات رسول اللہ ﷺ، یعنی آپ کی زرہ، عصا، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی کا ذکر جنہیں بعد
میں آپ کے خلفاء نے استعمال کیا اور انہیں تقسیم نہیں کیا گیا۔ نیز آپ کے موئے مبارک، نعلین
مبارک اور برتنوں کو آپ کے وصال کے بعد صحابہ کرام و دیگر حضرات نے تبرکات قرار دے کر ان
سے برکت حاصل کی۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے مندرجہ ذیل احادیث رسول کی روایت کی ہے۔

..... عن انس ان ابا بكر ﷺ لما استخلف بعثه الى البحرين وكتب

له هذا الكتاب وختمه وكان نقش الخاتم ثلاثة اسطر. محمد سطر،

ورسول سطر، واللہ سطر (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو

آپ نے ان (انس بن مالک) کو بحرین بھیجا اور ان کے لئے ایک خط لکھا جس پر (حضور اکرم کی استعمال شدہ) مہر لگا دی تھی۔ مہر کی تین سطریں کندہ تھیں۔ (یعنی محمد رسول اللہ) پہلی سطر میں لفظ محمد، دوسری سطر میں لفظ رسول، اور تیسری سطر میں لفظ اللہ۔

..... حدثنا عيسى بن طهمان قال اخرج الينا انس نعلين جر وادين لهما قبالان. فحدثني ثابت البناني عن انس انهما نعالا النبي ﷺ. (صحيح بخاری)

حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے۔ انس بن مالک نے انہیں دو پرانے جوتے دکھائے جن میں سے ہر ایک میں دو تسمے تھے۔ پھر حضرت ثابت بنانی نے مجھے بتایا کہ انس بن مالک نے انہیں بتلایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک ہیں۔

عن ابی بردة قال اخرجت الينا عائشة رضی اللہ عنہا كساء ملبدا وقالت فی هذا نزع ت روح النبی ﷺ. (صحيح بخاری)

ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک موتی چادر نکال کر دکھائی اور کہا کہ اسی کے اندر نبی اکرم و کا وصال ہوا۔

ایک طیالیسی جبہ دکھاتے ہوئے اسماء بنت ابی بکر صدیق نے کہا:

هذه جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة حتى قبضت. فلما قبضت قبضتها. وكان النبي ﷺ يلبسها. فنحن نغسلها للمرضى يستشفون بها. (صحيح مسلم كتاب اللباس)

رسول اللہ ﷺ کا یہ جبہ ہے جو عائشہ صدیقہ کے پاس ان کے انتقال کے وقت تک تھا۔ ان کے انتقال کے بعد اسے میں نے لے لیا۔ اسے رسول اللہ ﷺ پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں جن سے ان کو شفا مل جاتی ہے۔

..... عن انس بن مالك ﷺ ان قدح النبي ﷺ انكسر فاتخذ مكان

الشعب سلسلة من فضة. قال عاصم رأيت القدح وشربت فيه (صحيح بخاری)

انس بن مالک ؓ سے روایت ہے۔ جب ان کے پاس وہ محفوظ پیالہ ٹوٹ گیا جو رسول اللہ ﷺ کا تھا تو انہوں (انس بن مالک) نے ٹوٹے ہوئے حصے پر چاندی کی پتر لگوا دی۔ راوی حدیث عاصم کہتے ہیں۔ میں نے وہ پیالہ دیکھا بھی ہے اور اس میں پانی بھی پیا ہے۔

..... ان علي بن حسين حدثه. انهم حين قدموا من المدينة من عند يزيد بن معاوية بعد مقتل حسين بن علي رحمة الله عليه لقيه مسور بن مخرمة. فقال له هل لك الي من حاجة تأمرني بها. فقلت له لا. فقال له فهل انت معطي سيف رسول الله ﷺ. فاني اخاف ان يغلبك القوم عليه. وايم الله لئن اعطيتنيه لا يخلص اليهم ابدا حتى تبلغ نفسي. الخ (صحيح بخاری)

امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ بیان کرتے ہیں کہ شہادت امام حسین کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت مسور بن مخرمہ نے ان سے ملاقات کر کے کہا کہ کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم دیں۔ میں نے کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مسور بن مخرمہ نے کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار عنایت فرما دیں گے؟ مجھے خطرہ ہے کہ مخالفین آپ سے یہ تلوار لے لیں گے۔ اور اگر آپ مجھے عنایت فرما دیں گے تو واللہ العظیم! جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی شخص مجھ سے یہ تلوار نہیں لے سکتا۔

رسول اکرم ﷺ کے آثار و تبرکات کے بارے میں فضیلۃ الشیخ السید محمد بن علوی بن عباس مالکی مکی (وصال ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "مفاهیم يجب ان تصحح" کے اندر کافی تحقیق و تفصیل کے ساتھ نہایت مستند مواد جمع کر دیا ہے اور اس بحث کے آخر میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

الامام أحمد يتبرک، والحافظ الذهبي يؤيده

قال عبد الله بن أحمد: "رأيت أبي يأخذ شعرة من شعر النبي ﷺ فيضعها على فيه يُقبلها، وأحسب أني رأيت يوضعها على عينه، ويغمسها في الماء ويشربه يستشفى به.

ورأيت أخذ قصعة النبي ﷺ فغسلها في حُب الماء ثم شرب فيها. ورأيت يشرب من ماء زمزم يستشفى به ويمسح به يديه ووجهه". قلت: أي الذهبي: أين المتنطع المنكر على أحمد، وقد ثبت أن عبد الله سأل أباه عن يلمس رمانة منبر النبي ﷺ ويمس الحجرة النبوية، فقال: لأرى بذلك بأساً.

أعاذنا الله وإياكم من رأى الخوارج ومن البدع (الذهبي، سیر اعلام النبلاء: ۱۱: ۲۱۲)

الخلاصة

و الحاصل من هذه الآثار والأحاديث: هو أن التبرک به ﷺ بآثاره وبكل ما هو منسوب اليه سنة مرفوعة، وطريقة محمودة مشروعة، ويكفي في إثبات ذلك فعل خيار الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين، وتأيد النبي ﷺ لذلك بل وأمره مرة وإشارته أخرى الى فعل ذلك.

وبالنصوص التي نقلناها يظهر كذب من زعم أن ذلك ما كان يعتنى به ويهتم بفعله أحد من الصحابة إلا ابن عمر رضي الله عنهما، وأن ابن عمر ما كان يوافقه على ذلك أحد من أصحاب

الرسول ﷺ. وهذا جهل أو كذب أو تلبیس، فقد كان كثير غيره يفعل ذلك ويهتم به ومنهم الخلفاء الراشدون ﷺ، وأم سلمة، وخالد بن الوليد، وواثلة بن الاسقع، وسلمة بن الأكوع، وانس بن مالك، وأم سليم، وأسيد بن حضير، وسواد بن غزوة، وسواد بن عمرو، وعبد الله بن سلام، وأبو موسى، وعبد الله بن الزبير، وسفيانة مولى النبي ﷺ، وبركة خادم أم حبيبة، ومالك بن سنان، وأسماء بنت أبي بكر، وأبو محذورة، ومالك بن انس، وأشياخه من أهل المدينة كسعيد بن المسيب، ويحيى بن سعيد. (ص ۲۵۶، ۲۵۷ مفاهيم يجب ان تصحح للسيد محمد بن علوي المالكي. الطبعة الحادية عشر ۱۴۲۵هـ)

صلح حدیبیہ (سن ۶ھ) کا ایمان افروز منظر

حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں۔ عروہ بن مسعود ثقفی نمائندہ قریش بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مقام حدیبیہ میں آئے اور صحابہ کرام کی طرف سے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر دیکھ کر جب مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو قبیلہ قریش سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ (عروہ بن مسعود بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے)

والله لقد وفدت على الملوك. ووفدت على قيصر وكسرى والنجاشي. والله ان رأيت ملكا قط يعظمه اصحابه ما يعظم اصحاب محمد محمداً.

والله ان تنخم نخامة إلا وقعت في كف رجل منهم. فذلك بها وجهه وجلده. واذا امرهم ابتدروا امره. واذا توضع كادوا يقتتلون على

وضوئہ۔ واذنا تکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحدون النظر الیه

تعظیماً لہ۔ (ص ۲۷۹ جلد اول صحیح بخاری)

واللہ! میں بادشاہوں سے ملاقات کر چکا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں میری حاضری ہوئی ہے۔ واللہ! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا جسکی تعظیم اسکے ہم نشین اتنی زیادہ کرتے ہیں۔ جتنی تعظیم و توقیر محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں۔ واللہ! جب بھی وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی ہی پر گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ وہ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو ان کے صحابہ فوراً تعمیل حکم کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے کیلئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آپس میں لڑ پڑیں گے۔ وہ جب بات کرتے ہیں تو ان کی بارگاہ میں لوگ اپنی آواز پست رکھتے ہیں۔ اور تعظیماً انکی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ محمد بن مسلم عبید اللہ بن شہاب زہری کی روایت کے مطابق ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری بصری ثم مصری (وصال ۲۲۳ھ/۸۳۸ء) نے محمد بن الحنفیہ بن یسار مدنی ثم بغدادی (ولادت ۸۵ھ/۷۰۴ء وصال ۱۵۰ھ) کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عروہ بن مسعود ثقفی سے رسول اللہ ﷺ نے وہی باتیں کیں جو ان کے دوسرے ساتھیوں سے کر چکے تھے کہ ہم نے جنگ کی نیت سے نہیں بلکہ ادائیگی عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا ہے۔ پھر آپ کے پاس کھڑے ہو کر عروہ بن مسعود نے یہ منظر دیکھا۔
— ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے صحابہ آپ کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے ہیں تو آپ کے وضو کا پانی لینے کے لئے صحابہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ لعاب دہن پھینکتے ہیں تو اس پر بھی لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ آپ کے جسم کا کوئی بال گرتا ہے تو اسے بھی وہ اٹھا کر رکھ لیتے ہیں۔“

یہ منظر دیکھ کر قریش مکہ کو خطاب کرتے ہوئے عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا۔

اے گروہ قریش! میں کسریٰ سے اس کے ملک میں جا کر ملا۔ میں قیصر سے اس کے ملک

میں جا کر ملا۔ میں نجاشی سے اس کے ملک میں جا کر ملا۔ مگر واللہ! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا جو اپنی قوم میں اتنا معزز ہو جتنے محمد (ﷺ) اپنے صحابہ میں معزز ہیں۔ اور میں نے وہاں ایسی قوم دیکھی ہے جو کسی قیمت پر محمد (ﷺ) کو یکہ و تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ اب تم جو چاہو اپنی رائے قائم کرو۔“ (ص ۳۷۴۔ سیرۃ ابن ہشام جلد دوم مطبوعہ دہلی)

مقدس ابرو و مرثاں

امام حسن بن علی مرتضیٰ نے ہند بن ابی ہالہ کی یہ روایت بیان کی:

نبی اکرم ﷺ کے ابرو مبارک مقدار میں طویل تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ نہ بالکل کم اور باہم ملے ہوئے نہیں بلکہ اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب و جلال میں تڑپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

(ص ۴۴۳۔ الوفا باحوال المصطفیٰ لابن الفرج عبد الرحمن بن ابی الحسن المعروف بہ ابن الجوزی۔ مطبوعہ دہلی)

ان الفرجة التي كانت بين حاجبيه يسيرة لاتبين إلا من دق

النظر۔ (سیرت حلبیہ)

دونوں ابروؤں کے درمیان اتنی باریک سی کشادگی تھی کہ اسی شخص پر واضح ہوتی جو غور سے دیکھتا۔

امام حسن بن علی مرتضیٰ نے ہند بن ابی ہالہ کی یہ روایت بھی بیان کی: رسول اللہ ﷺ کی مقدس آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ، مبارک بھوئیں طویل، باریک بالوں والی، اور مکمل ملی ہوئی نہیں تھیں (اگرچہ لگتا تھا کہ مل گئی ہیں) اور مبارک پلکیں دراز تھیں۔

(ص ۴۴۳۔ الوفا باحوال المصطفیٰ لابن الجوزی)

حضرت علی مرتضیٰ نے مقرون الحاجین (آپ کے ابرو باہم پیوست تھے) حضرت سوید بن غفلہ نے مقرون الحاجین (ابرو آپس میں ملے ہوئے) اور ایک دوسرے صحابی رسول نے رقیق الحاجین (لطیف و باریک ابرو والے) کی صفت بیان کی ہے۔ طائرانہ نظر ڈالنے پر ابرو متصل معلوم ہوتے مگر غور سے دیکھنے میں دونوں ابروؤں کے درمیان کشادگی واضح طور پر معلوم ہو جاتی۔ حضرت علی مرتضیٰ کی روایت کے مطابق آپ کی پلکیں لمبی اور خوبصورت تھیں۔ حضرت ام معبد کہتی ہیں فی اشفاره غطف۔ آپ کی پلکیں حسین اور لمبی تھیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں۔ کان اهدب اشفاره العینین یعنی آپ کی پلکیں بڑی لمبی تھیں۔

(دلائل النبوة للامام البيهقي)

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو

سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

یاد ابرو کر کے تڑپو بلبلو

مکڑے مکڑے دام ہو ہی جائے گا

آج عید عاشقاں ہے گر خدا چاہے کہ وہ

ابروئے پیوستہ کا عالم دکھاتے جائیں گے

رنگ مژہ سے کر کے نخل یاد شاہ میں

کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ اقلن مژہ

ان بھنوں کی لطافت پہ لاکھوں سلام ظلہ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

اشک باری مژگاں پہ بر سے درود

سلک دُر شفاعت پہ لاکھوں سلام

ریش مبارک

رسول اللہ ﷺ کی مبارک داڑھی سیاہ، گھنی اور خوش منظر تھی۔ صحابہ کرام بیان کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ کان کث اللحية تملأ صدره۔

رسول اللہ ﷺ کی داڑھی گھنی اور سینہ کو پر کیے ہوئے تھی۔

حضرت نافع بن جبر کہتے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا:

ضخم الهامة عظیم اللحية۔

آپ کا سر اقدس بڑا اور داڑھی اعتدال کے ساتھ لمبی تھی۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے:

کان رسول اللہ ﷺ کث اللحية۔

رسول اللہ ﷺ کی داڑھی گھنی تھی۔

حضرت سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ اسود اللحية۔

رسول اللہ ﷺ کی داڑھی خوب سیاہ تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں:

كانت لحيته حسنة شديد سواد اللحية۔

آپ کی داڑھی نہایت اچھی اور خوب سیاہ تھی۔

حضرت عمرو بن شعیب کی ایک روایت الوفا باحوال المصطفیٰ اور ترمذی شریف میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ زیادہ بڑھی ہوئی داڑھی کو طول و عرض دونوں طرف سے کاٹ دیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے:

كانت لحية رسول الله ﷺ قد ملأت ههنا الى ههنا.

آپ کی مبارک داڑھی یہاں سے یہاں تک تھی (یعنی طویل و معتدل تھی)

مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا

لو! یہ کارو مبارک ہو قبائلیہ نور کا

خط کہ گرد دھن وہ دل آرا پھبن ریش خوش معتدل، مرہم ریش دل

سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

گیسوئے عنبریں

رسول اللہ ﷺ کے گیسوئے پاک نہایت خوبصورت، سیاہ، خم دار، نہ بالکل سیدھے نہ

زیادہ گھنگھریالے تھے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے سر مبارک میں بکثرت

تیل لگاتے، داڑھی میں کنگھی کرتے اور اکثر بیشتر اپنے سر پر تیل لگا کر اس پر کپڑے کا ایک ٹکڑا رکھ

دیتے تاکہ اس کی چکناہٹ عمامہ پر نہ لگ سکے۔

حضرت سعد بن وقاص کی روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ شديد سواد الرأس واللحية.

رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی کے بال نہایت سیاہ تھے۔

حضرت ابو بکر صاف کی روایت ابن عساکر نے نقل کی ہے:

كان رسول الله ﷺ شديد سواد الشعر.

رسول اللہ ﷺ کے گیسو بہت سیاہ تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ کا بیان ہے:

كان رسول الله ﷺ حسن الشعر.

رسول اللہ ﷺ کے گیسو بہت خوبصورت تھے۔

حضرت انس بن مالک اس گیسوئے پاک کے بارے میں عرض کرتے ہیں: رسول اللہ

ﷺ کے بال قدرے گھنگھریالے تھے، نہ بالکل سیدھے نہ بالکل خم دار۔

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں: آپ کے گیسو کانوں کی لوت تک تھے۔ آپ کے بال

کاندھوں تک تھے۔

حضرت عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں: آپ کے مبارک بال کانوں تک تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں: آپ کے بال کانوں اور دونوں شانوں کے

درمیان تھے۔

آپ کے گیسوئے مبارک کا وصف بیان کرتے ہوئے مختلف روایات میں تین الفاظ

استعمال کیے گئے ہیں۔ وفرة۔ لمة۔ جمۃ

وفرة! کانوں کی لوت تک پہنچنے والے بال۔ لمة! کانوں اور کاندھوں کے بیچ تک پہنچنے

والے بال۔ جمۃ! کاندھوں کو چھو لینے والے بال۔

جس موقع پر جس کیفیت میں گیسوئے پاک ہوا کرتے اسی منظر کی صحابہ کرام اپنے

اپنے انداز سے منظر کشی و عکاسی کرتے:

کوچہ گیسوئے جاناں سے چلے ٹھنڈی نسیم

بال و پر افشاں ہوں یارب! بلبلان سوختہ

رخ دن ہے یا مہر سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شب زلف یا مشک ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اتانی عطش و سخاک اتم، اے گیسوئے پاک اے امیر کرم

برسن ہا رے رم جہم رم جہم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

ہے کلام الہی میں شمس و صبحی، تیرے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

وہ کرم کی گھٹا گیوے مشک سا لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
لکہ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
لخت لخت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

تقسیم موئے مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ اثنی منی فاتی الجمرۃ فرماھا ثم اثنی منزله بمنی
ونحر ثم قال للحالق خذ واسار الی جانبہ الایمن ثم الایسر ثم
جعل یعطیہ الناس۔ (ص ۴۲۱ صحیح مسلم۔ جلد اول۔ مطبوعہ دہلی)
رسول اللہ ﷺ وادی منی میں فروکش ہوئے۔ پھر جمرہ کے پاس تشریف لے جا کر ری
جمار کیا۔ پھر منی اپنی قیام گاہ پر تشریف لا کر قربانی کی۔ پھر حجام سے فرمایا کہ دائیں طرف سے میرا
سر مونڈنا شروع کرو۔ پھر بائیں جانب۔ پھر آپ نے موئے مبارک لوگوں کے درمیان اپنے
دست مبارک سے تقسیم فرمادیا۔

حضرت انس بن مالک ہی سے دوسری روایت اس طرح ہے:

لما رمی رسول اللہ ﷺ الجمرۃ ونحر نسکھ وحلق ناول الحالق
بشقہ الایمن فحلقہ ثم دعا ابا طلحۃ الانصاری فاعطاه ایاہ۔ ثم

ناولہ الشق الایسر فقال احلق فحلقہ فاعطاه ابا طلحۃ فقال
قسّمہ بین الناس۔ (ص ۴۲۱ صحیح مسلم جلد اول)

رسول اللہ ﷺ جب رمی جمار اور قربانی فرما چکے تو حلق (سر مونڈنا) فرمایا۔ حجام کی طرف
اپنے سر مبارک کا دایاں حصہ کرتے ہوئے اسے مونڈنے کا حکم دیا۔ اور ابو طلحہ انصاری کو طلب
کر کے انہیں موئے مبارک عنایت فرمایا۔ پھر حجام کو حکم دیا کہ وہ آپ کے سر مبارک کا بایاں حصہ
مونڈے۔ تو اس نے سر مونڈا اور آپ نے موئے مبارک ابو طلحہ انصاری کو عنایت فرمایا۔ اور حکم
صادر فرمایا کہ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

شارح صحیح مسلم ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف، المعروف بہ امام نووی (ولادت
۶۳۱ھ، وصال ۶۷۶ھ) حدیث مذکور الصدر کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنها التبرک بشعرہ ﷺ واقتناءہ للتبرک۔ (حاشیہ صحیح مسلم)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک سے برکت حاصل کی جاتی
ہے۔ اور حصول برکت کے لئے موئے مبارک کو چن کر اسے محفوظ رکھنا باعث برکت ہے۔
پھر امام نووی نے لکھا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حلق راس کرنے اور موئے مبارک
کی تقسیم کا یہ جو واقعہ پیش آیا اس وقت حلق راس کرنے والے حجام کون تھے؟ ان کے نام کے سلسلے
میں محدثین کا اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ معمر بن عبد اللہ العدوی تھے۔
تقسیم موئے مبارک کا یہ واقعہ صحیح بخاری اور ترمذی شریف میں بھی تقریباً اسی طرح
ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انس ابن مالک کو حکم دیا کہ یہ موئے مبارک اپنی ماں ام سلیم کو بھی دے
دینا۔ ام سلیم ابو طلحہ انصاری کی بیوی ہیں۔

انس بن مالک بیان کرتے ہیں:

لما حلق رسول اللہ ﷺ رأسہ بمنی اخذ شق رأسہ الایمن بیدہ۔
فلما فرغ ناولنی۔ فقال: یا انس انطلق بهذا الی ام سلیم۔ فلما رأی

الناس ما خُصْنَا بِهِ تَنَافَسُوا فِي الشَّقِ الْآخِرِ هَذَا يَا خُذْ

الشَّئِ. وهذا يا خُذْ الشَّئِ. (مسند امام احمد بن حنبل)

رسول اللہ ﷺ نے وادی منیٰ میں جب اپنا سر منڈایا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے سر کے دائیں حصہ کو پکڑ کر اسے منڈایا۔ اور جب اس سے فارغ ہوئے تو مجھے کچھ مونے مبارک دے کر فرمایا کہ اے انس! یہ اپنی ماں ام سلیم کے پاس لے جا کر انہیں دے دینا۔ ہمارے ساتھ یہ خصوصی عنایت لوگوں نے دیکھ کر آپ کے سر کے بائیں حصہ کے مونڈے جانے کے وقت ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش شروع کر دی۔ کوئی کچھ مونے مبارک یہاں سے حاصل کر رہا ہے کوئی وہاں سے حاصل کر رہا ہے۔

عثمان بن عبد اللہ بن مواہب بیان کرتے ہیں:

ارسلني اهلي الى ام سلمة بقدر من ماء فجاءت بجلجل من فضة فيه شعر النبي ﷺ وكان اذا اصاب الانسان عين او شئى بعث بها مخضبة. قال: فاطلعت في الججل فرأيت شعرات حمراء.

(رواه البخاري في كتاب اللباس)

حضرت ام سلمہ نے مونے مبارک کو ایک شیشی میں رکھ لیا تھا۔ جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا کوئی مرض ہوتا تو آپ اس شیشی کو پانی میں ڈبو کر اس کا پانی اسے دے دیتیں اور اسے شفا حاصل ہو جاتی۔ (خلاصہ حدیث)

حضرت خالد بن ولید کے بارے میں قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی (ولادت ۳۷۶ھ - وصال ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وكانت في قلنسوة خالد بن الوليد شعرات من شعره ﷺ.

فسقطت قلنسوته في بعض حروبه فشذ عليها شدة انكر عليه

اصحاب النبي ﷺ كثرة من قتل فيها. فقال لم افعلاها بسبب القلنسوة

بل لما تضمنته من شعره ﷺ لئلا اسلب بركتها وتقع في ايدي

المشركين. (ص ۴۴. الجزء الثاني. الشفاء بتعريف حقوق المصطفى. مطبوعه بمبئی)

حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کے مونے مبارک تھے۔ آپ کی وہ ٹوپی ایک جنگ کے موقع پر گر گئی۔ آپ نے اس کے حصول کے لئے بڑا سخت حملہ کیا جس میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ اصحاب نبی ﷺ نے آپ کے اس حملے پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس کے اندر موجود مونے مبارک کے لئے کیا تھا کہ کہیں میں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور یہ مشرکوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

حضرت خالد بن ولید کی یہ ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہو گئی تھی۔ آپ نے اس کی تلاش و بازیابی کی سخت جدوجہد کی۔ اور آخر کار مل گئی۔ لوگوں نے پوچھا اتنی سعی و کوشش کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عمرہ فرمایا۔ جب آپ نے اپنا سر مبارک منڈایا تو لوگ مونے مبارک لینے کے لئے دوڑ پڑے۔ میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کے چند بال حاصل کر کے ان کو ٹوپی کی زینت بنالیا۔ جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہی ان مبارک بالوں کی برکت سے مجھے فتح نصیب ہوتی رہی۔ (ترجمہ خالد بن ولید۔ الاصابہ)

حضرت انس بن مالک کے بارے میں حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک نے مجھ سے کہا کہ یہ حضور ﷺ کا مونے مبارک ہے جسے میرے مرنے کے بعد میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے ان کی وصیت کے مطابق وہ مونے مبارک ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا۔ اور وہ اسی حالت میں دفن کیے گئے۔ (ترجمہ انس بن مالک۔ الاصابہ)

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے بارے میں علامہ جلال الدین بن ابی بکر سیوطی (ولادت ۸۴۹ھ - وصال ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے مونے مبارک حضرت امیر معاویہ کے پاس موجود تھے۔ آپ نے

موئے مقدس کی برکات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی (وصال ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) کی ایک بیماری اور حصول موئے مبارک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فرمایا! ایک بار مجھے بخار نے آیا اور بیماری نے طول پکڑا۔ یہاں تک کہ زندگی سے نا امید ہو گیا۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالعزیز سامنے موجود ہیں اور فرما رہے ہیں: بیٹے! حضرت پیغمبر ﷺ تیری بیمار پرسی کو تشریف لارہے ہیں اور شاید تیری پانکتی کی طرف سے تشریف لائیں اس لئے چار پائی کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ حضور کی طرف تمہارے پاؤں نہ ہوں۔ یہ سن کر مجھے افاقہ ہوا۔ قوت گویائی نہیں تھی۔ حاضرین نے میرے اشارے پر چار پائی کا رخ پھیر دیا۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا کیف حالک یا بنی۔ (اے میرے بیٹے! کیلے ہو؟) اس کلام کی لذت اس قدر غالب ہوئی کہ مجھ پر آہ و بکا اور وجد و اضطراب کی عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی۔

آنحضرت ﷺ نے مجھے اس انداز سے اپنے پہلو میں لیا کہ آپ کی داڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا جبہ مبارک میری آنکھوں سے تر ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ وجد و اضطراب کی کیفیت حالت سکون میں بدل گئی۔

اسی وقت میرے دل میں آیا کہ مدت سے موئے مبارک کے حصول کی آرزو رکھتا ہوں۔ کیا ہی کرم ہو کہ اس وقت تبرک عنایت فرمائیں۔ میرے اس خیال سے آپ مطلع ہوئے اور داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھ کر دو مقدس بال میرے ہاتھ پر آپ نے رکھ دیا۔ پھر میرے دل میں یہ آیا کہ یہ دونوں مقدس بال عالم بیداری میں بھی میرے پاس رہیں گے یا نہیں؟ اس کھٹکے پر مطلع ہو کر آپ نے فرمایا! یہ دونوں بال عالم ہوش اور بیداری میں بھی باقی رہیں گے۔ اس کے بعد آپ

وصیت کی کہ یہ موئے مبارک میرے مرنے کے بعد میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں۔ اور پھر مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا۔

(تاریخ الخلفاء۔ مطبوعہ دہلی)

رسول اللہ ﷺ کے سر منڈانے کا واقعہ اور تقسیم موئے مبارک والی حدیث پاک کے

بارے میں امام محمد بن سیرین تابعی بیان کرتے ہیں:

فحدثني عبيدة السلماني- يريده هذا الحديث: فقال لان تكون

عندي شعرة منه احب الي من كل بيضاء وصفراء على وجه

الارض وفي بطنها۔ (رواه الامام احمد بن حنبل في مسنده)

حضرت عبیدہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک موئے مبارک میرے نزدیک

روئے زمین اور زیر زمین کے ہر سپید و زرد دولت سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابوسلمہ کی روایت ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن زید نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے

والد (عبد اللہ بن زید) منخر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور نے ضحایا تقسیم

فرمائے اور انہیں اپنا موئے مبارک عنایت فرمایا۔ (الاصابہ)

محمد بن عبد اللہ بن زید کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ موئے مبارک مہندی اور سرمہ سے رنگا ہوا

ہمارے پاس موجود ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم)

نے صحت کلی اور طویل عمر کی خوش خبری سنائی۔

اسی وقت مرض سے افاقہ ہو گیا۔ میں نے چراغ منگوا دیا۔ وہ دونوں مقدس بال اپنے ہاتھ میں نہ پائے تو میں غمگین ہو کر بارگاہ عالی کی طرف متوجہ ہوا۔ غیبت واقع ہوئی اور آنحضرت مثالی صورت میں جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا۔

اے بیٹے! عقل و ہوش کا لو۔ وہ دونوں بال احتیاطاً تمہارے سر ہانے کے نیچے رکھ دیئے تھے۔ وہاں سے لے لو۔

افاقہ ہوتے ہی وہ دونوں بال وہاں سے اٹھائے اور تعظیم و تکریم سے ایک جگہ محفوظ کر کے رکھ دیئے۔ اس کے بعد دفعۃً بخار ٹوٹا۔ اور انتہائی ضعف و نقائص طاری ہوئی۔ سر سے اشارہ کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد اصل طاقت بحال ہوئی اور صحت کلی نصیب ہوئی۔

اسی سلسلے میں یہ کلمات بھی فرمائے تھے کہ: ان دو بالوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں گتھے رہتے ہیں۔ مگر جب درود پڑھا جائے تو جدا جدا کھڑے ہو جاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ تاثیر تبرکات کے منکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا۔ میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا مگر جب بحث و مباحثہ طویل ہو گیا تو کچھ عزیزان مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے۔ اسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ حالانکہ سورج بہت گرم تھا۔ اور بادلوں کا موسم بھی نہ تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر منکروں میں سے ایک نے توبہ کی۔ اور دوسرے نے کہا کہ یہ اتفاقی امر ہے۔ عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ اس پر دوسرے منکر نے بھی توبہ کیا۔ مگر تیسرے نے کہا یہ تو اتفاقی بات تھی۔ یہ سن کر تیسری بار مومئے مبارک کو سورج کے سامنے لے گئے۔ سہ بارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا تو تیسرا بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا! ایک بار مومئے مبارک زیارت کے لئے باہر لے آیا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ ہر چند صندوق تبرک کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن نہ کھلا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی ناپاک ہے۔ بس کی ناپاکی کی شامت کے سبب یہ نعمت میسر نہیں

آ رہی ہے۔ عیب پوشی کرتے ہوئے میں نے ان سب کو تجدید طہارت کیلئے حکم دیا۔ وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے چلا گیا۔ اور اس وقت بڑی آسانی سے تالا کھولا گیا۔ اور ہم سب نے زیارت کی۔

حضرت والد ماجد نے آخری عمر میں جب تبرکات تقسیم فرمائے تو ان دونوں بالوں میں سے ایک کا تب الحروف کو عنایت فرمایا۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے۔

(ص ۱۰۴-۱۰۵۔ انفاس العارفین۔ تالیف: حضرت شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی۔ ترجمہ: سید محمد فاروق القادری۔ طبع چہارم۔ مکتبہ الفلاح دیوبند)

اور اسی واقعہ کو اختصار کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی ایک دوسری کتاب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

اخبرنی والدی انه کان مریضاً فرأى النبی ﷺ فی النوم۔ فقال۔
کیف حالک یا بنی۔ ثم بشره بالشفاء واعطاه شعرتین من شعور
لحیتہ فتعافى من المرض فی الحال۔ وبقیت الشعرتان عنده فی
الیقظة۔ فاعطانی احدهما فہی عندی۔

(الحديث الخامس عشر۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین للشاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

مجھے میرے والد نے بتلایا کہ انہیں بیماری کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا خواب میں شرف حاصل ہوا۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

اے بیٹے! تیرا لیا حال ہے؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں بیماری سے شفا یابی کی خوش خبری دی۔ اور اپنی داڑھی مبارک کے دو بال عنایت فرمائے۔ جس کے بعد وہ فوراً صحت یاب ہو گئے۔ اور دونوں مومئے مبارک بیداری کے بعد بھی ان کے پاس موجود تھے۔ والد ماجد نے ان میں سے ایک مومئے مبارک مجھے عنایت فرمایا جو اس وقت بھی میرے پاس ہے۔

چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
ہم یہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں سایہ انگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو
آخر حج غم امت میں پریشاں ہو کر تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو
گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تادوش کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو
سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو
کعبہ جاں کو پنہایا ہے غلاف مشکیں اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو
سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں سجدہ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو
دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں کلیاں واللہ کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو
شان رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو
شانہ ہے پنجہ قدرت ترے بالوں کے لئے کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو
مژدہ ہو جھوم کے قبلہ سے گھٹائیں اٹدیں ابروؤں پہ وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو
تار شیرازہ مجموعہ کونین ہیں یہ حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

اماکن صلوٰۃ رسول اور شجر بیعت رضواں

بعض صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ وہ تلاش و تتبع کر کے انہیں جگہوں پر نماز پڑھنے کی
کوشش کرتے جہاں رسول اکرم ﷺ نے اکثر یا کبھی کبھی یا کسی وقت نماز ادا کی ہو۔ اس سلسلے میں

کتب حدیث و سیر میں کئی واقعات ملتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

قال كنت اتي مع سلمة بن الاكوع فيصلي عند الاسطوانة التي
عند المصحف. فقلت يا ابا مسلم اراك تتحرى الصلوة عند هذه
الاسطوانة. قال اني رأيت النبي ﷺ يتحرى الصلوة عندها.
(صحيح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

یزید بن عبید نے کہا کہ سلمہ بن اکوع کے ہمراہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ اس
ستون کے پاس جہاں مصحف رکھا تھا نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے
ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کوشش کر کے بالقصد اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں
نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کو میں نے یہیں اس ستون کے پاس بالقصد نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (اسی
لئے میں بھی یہیں نماز پڑھتا ہوں)۔

ان عبد اللہ بن عمر کان اذا دخل مشى قبل وجهه حين يدخل
وجعل الباب قبل ظهره. فمشى حتى يكون بينه وبين الجدار
الذي قبل وجهه قريباً من ثلثة اذرع. صلى يتوخى المكان الذي
اخبره به بلال ان النبي ﷺ صلى فيه. وقال على احدنا لا بأس
ان صلى في اي نواحي البيت شاء. (صحيح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

نافع نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر (بن خطاب) جب کعبہ کے اندر جاتے تو سامنے سیدھے
چلتے اور دروازہ اپنی پیٹھ پر کر لیتے۔ اسی طرح اور آگے بڑھتے رہتے یہاں تک کہ جب سامنے والی
دیوار اور ان میں تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ بالقصد وہیں نماز پڑھتے جہاں کے
بارے میں بلال حبشی نے انہیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے یہیں نماز پڑھی ہے۔ اور فرمایا کہ اس میں
کوئی حرج نہیں کہ بیت اللہ کے جس گوشے میں چاہے نماز پڑھے۔

رأيت سالم بن عبد الله بن عمر يتحرى اماكن من الطريق فيصلي

فِيهَا وَيَحْدُثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَصَلِّي فِيهَا وَإِنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَصَلِّي فِي تِلْكَ الْإِمْكَنَةِ. (كتاب الصلوة صحيح البخاری)

موسیٰ بن عقبہ نے کہا۔ میں نے سالم بن عبداللہ (بن عمر بن خطاب) کو دیکھا کہ وہ (حرمین شریفین) راستے میں کچھ جگہوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میرے والد (عبداللہ بن عمر بن خطاب) بھی ان جگہوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے کیوں ان جگہوں پر انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نمازیں پڑھتے دیکھا تھا۔

وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَقْبَلَ فَرَضَتِي الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثُمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدَ بِطَرَفِ الْإِكْمَةِ وَمَصَلَّى النَّبِيَّ ﷺ اسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْإِكْمَةِ السُّودَاءِ تَدْعُ مِنَ الْإِكْمَةِ عَشْرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تَصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ.

(صحیح بخاری کتاب الصلوة)

نافع کو عبداللہ بن عمر (بن خطاب) نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کی طرف رخ کیا جو آپ کے اور کعبہ کی طرف والے طویل پہاڑ کے بیچ ہے۔ جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اسے اس مسجد کے بائیں جانب کیا جو ٹیلے کے کنارے بنی ہوئی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے نماز کے پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے والے ٹیلے پر ہے۔ ٹیلے سے دس ہاتھ کے قریب چھوڑ کر اس پہاڑ کے دونوں کونوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے جس درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے بیعت لی تھی وہ درخت شجر بیعت رضواں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔ مشیت و مصلحت خداوندی کے تحت کچھ دنوں بعد ہی یہ شجر بیعت رضواں صحابہ کرام کی نظروں سے مخفی کر دیا گیا۔ بعض صحابہ کسی دوسرے درخت کو اصل درخت سمجھ کر اس کے قریب نماز پڑھنے لگے جسے حضرت عمر

فاروق نے اپنے دور میں کٹوا دیا۔ چنانچہ بخاری کی حدیث ہے کہ:

طارق بن عبد الرحمن نے کہا کہ: حج کے ارادہ سے میں چلا اور میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان سے میں نے پوچھا یہ کون سی مسجد ہے؟ ان لوگوں نے کہا یہی ہے وہ درخت ہے جہاں بیعت رضواں ہوئی تھی۔

میں نے سعید بن مسیب کے پاس آ کر ان سے کہا کہ فلاں جگہ لوگ اس طرح نماز پڑھ رہے ہیں۔ سعید بن مسیب نے یہ سن کر کہا کہ:

میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگلے سال ہم جب وہاں پہنچے تو وہ درخت بھول گئے اور اسے متعین نہ کر سکے۔ (سعید نے کہا) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس درخت کو (بیعت کے کچھ مہینوں بعد) جان نہ سکے اور تم لوگوں نے اسے جان لیا؟ جب تو تمہیں ان سے زیادہ جاننے والے ہوئے؟ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

یہی بات صحیح مسلم میں ہے کہ:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ قَالَ كَانَ أَبِي مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ الشَّجَرَةِ. قَالَ فَانْطَلَقْنَا فِي قَابِلٍ حَاجِّينَ فَخَفِيَ عَلَيْنَا مَكَانُهَا فَانْكَانَتْ تَبَيَّنَتْ لَكُمْ فَانْتُمْ أَعْلَمُ. (صحيح مسلم كتاب الامارة)

وَقَالَ جَابِرٌ لَوْ كُنْتُ أَبْصُرُ لَأَرَيْتُكُمْ مَوْضِعَ الشَّجَرَةِ.

(صحيح مسلم كتاب الامارة)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الشَّجَرَةِ. قَالَ فَانْطَلَقْنَا مِنَ الْعَامِ الْمَقْبَلِ. (صحيح مسلم كتاب الامارة)

اس سلسلے میں فضیلۃ الشیخ السید محمد بن علوی بن عباس المالکی المکی قدس سرہ (وصال

۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) تحریر فرماتے ہیں کہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آثار نبوی سے بے پناہ لگاؤ اور تعلق خاطر تھا۔ اس سلسلے میں وہ بہت حساس و غیرت مند تھے۔ جس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ آپ کے دور خلافت میں مزعومہ شجرہ رضوان کے گرد جھگٹ لگنے لگا تھا۔

یہ بیعت رضوان وہی ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

(سورہ فتح ۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا اہل ایمان سے جب وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

عمر فاروق خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ جس درخت کے گرد لوگ جمع ہونے لگے ہیں وہ بیعت رضوان والا درخت نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اسے معدوم یا لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس متعین شجرہ بیعت رضوان کو جاننا تو دور کی بات ہے اس کی اصل جگہ سے بھی لوگ واقف نہیں۔ خود وہ صحابہ کرام جو صلح حدیبیہ کے وقت وہاں حاضر تھے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ بھی صحیح طور پر نہیں جانتے تھے کہ وہ درخت اب کہاں ہے تو دوسرے لوگ کیا جانیں گے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

بیعت رضوان کا دوسرا سال آیا۔ ہم نے شجرہ بیعت کو بہت تلاش کیا لیکن دو آدمی بھی ایک رائے ہو کر یہ نشان دہی نہیں کر سکے کہ یہی شجرہ بیعت رضوان ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سعید کے والد مسیب کہتے ہیں — میں نے شجرہ بیعت کو دیکھا تھا لیکن بھول گیا اور پھر اسے پہچان نہیں سکا۔

طارق بن عبد الرحمن کہتے ہیں:

میں حج کرنے نکلا۔ راستے میں کچھ لوگوں کو میں نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان سے میں نے پوچھا کیا یہ مسجد ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہی وہ شجرہ بیعت رضوان ہے جہاں رسول اللہ

ﷺ نے بیعت رضوان لے تھی۔

میں نے سعید بن مسیب سے اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا:

مجھ سے میرے والد مسیب نے ذکر کیا کہ درخت کے پاس نبی اکرم ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا لیکن دوسرے سال اس جگہ آئے تو بھول گئے کہ شجرہ بیعت رضوان کون ہے۔ اور تم لوگ جان گئے کہ شجرہ بیعت فلاں ہے تو پھر تم لوگ ہی جانو۔

اور ایک روایت میں ہے۔ مسیب نے کہا: شجرہ بیعت رضوان ہمیں نظر ہی نہ آ سکا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة الحديبية: صحيح مسلم كتاب الامارة باب استحباب متابعة الامام).

یعنی کسی ایک درخت کے بارے میں دو آدمی بھی متفق نہیں ہو سکے کہ یہی شجرہ بیعت رضوان ہے۔ یہ حال ایک عہد کے ایک ہی سال میں ہو گیا۔ جب کہ وہ صحابہ کرام ابھی کثیر تعداد میں موجود تھے جو اس کے پاس حاضر اور وہاں نبی اکرم ﷺ سے بیعت کر چکے تھے۔ تو پھر سالوں بعد عہد عمر میں ظاہر ہونے والے مزعومہ شجرہ بیعت رضوان کو آپ کیا کہیں گے؟

زمانہ بدل گیا۔ شرکائے بیعت رضوان میں سے اکثر حضرات انتقال کر گئے۔ اس شجرہ مبارکہ کی تعیین میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا جہاں نبی اکرم ﷺ سے بیعت کا صحابہ نے شرف حاصل کیا تھا اور اسلام کے لئے عظیم ایثار و قربانی و جہاد کا عہد و پیمان کیا تھا جس میں ملائکہ نے شرکت کی۔ جسے قرآن حکیم نے اپنی آیات کے ذریعہ حیثیت دوام بخش دیا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا

فِي قُلُوبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا. (فتح ۱۸)

بے شک اللہ ان سے راضی ہوا جو اہل ایمان ہیں جب کہ وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اس نے ان کے دلوں کے راز کو جاننا اور ان پر اطمینان اتارا اور جلد آنے والی فتح کا انہیں انعام دیا۔

اور نبی اعظم رسول اکرم ﷺ کی ایک عظیم خصوصیت کا اسی شجرہ بیعت رضوان کے نزدیک اعلان ہوا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔

(فتح ۱۰)

بے شک جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

عمر فاروقؓ نے مزعومہ شجرہ بیعت کو اس لئے نہیں کٹوایا تھا کہ وہ لوگوں کو برکات آثار سے روکنا چاہتے تھے۔ اور ایسا بھی نہیں کہ وہ آثار سے حصول برکت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے دل میں ہرگز ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ تبرک و طلب تبرک بالآثار وغیرہ کے واقعات عمر فاروق کے بارے میں ثابت ہیں۔ مثلاً ابوبکر صدیق سے انہوں نے وہ نیزہ حاصل کیا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگوٹھی آپ کے پاس محفوظ رہی۔ وغیرہ وغیرہ۔ (صحیح بخاری باب شھو والملائکۃ بدرأ)

(ص ۳۳۰، ۳۳۱ مفہیم سبب ان تصحیح - الطبعة الحادية عشرة ۱۴۲۵ھ)

رسول اکرم ﷺ کو دعوت دے کر عتبایان بن مالکؓ نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی درخواست کی تاکہ آپ کے قدم مہینت لزوم سے آپ کا پورا گھر بابرکت ہو سکے اور جس جگہ آپ نماز ادا کر لیں اس جگہ وہ آئندہ نماز پڑھتے رہیں اور برکت و سعادت حاصل کرتے رہیں۔ پوری حدیث عتبایان ذیل میں نقل کی جا رہی ہے:

اخبرني محمود بن الربيع الانصاري ان عتبایان بن مالك رضى الله تعالى عنه وهو من اصحاب رسول الله ﷺ ممن شهد بدرأ من الانصاري انه اتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله قد انكرت بصرى وانا اصلى بقومى فاذا كانت الامطار سال الوادى الذی

بینی و بینہم لم استطع ان اتی مسجدہم فاصلى بهم ووددت
یا رسول الله انک تأتینى فتصلی فی بیتى فاتخذہ مصلی قال
فقال له رسول الله ﷺ سافعل ان شاء الله تعالى۔ قال عتبایان فغدا
على رسول الله ﷺ ابوبکر حين ارتفع النهار فاستأذن رسول
الله ﷺ فاذننت له فلم يجلس حين دخل البيت ثم قال این تحب
ان اصلى من بیتك قال فاشرت له الى ناحية من البيت فقام
رسول الله ﷺ فکبر فقمنا فصفقنا فصلی رکعتین ثم سلم قال
وحبسناہ على خزیرة صنعنا هالة قال فثاب فی البيت رجال من
اهل الدار ذو وعد فاجتمعوا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ وھکذا رواہ الامام مسلم فی صحیحہ)

حضرت محمود بن ربیع انصاری نے مجھے خبر دی کہ حضرت عتبایان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ان انصاری اصحاب میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور ان کے درمیان ہے پہننے لگتا ہے تو میں ان کی مسجد تک نہیں جاسکتا کہ انہیں نماز پڑھاؤں۔ میں چاہتا ہوں یا رسول اللہ کہ آپ میرے گھر چلیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں کہ میں اسے نماز پڑھنے کہ جگہ بنالوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔

حضرت عتبایان نے بتایا کہ دوسرے روز صبح کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر دن چڑھنے کے بعد تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب فرمائی میں نے حضور کو اجازت دی۔ گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور بیٹھے نہیں۔ فرمایا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں؟ تو میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر

کہی ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف لگائی۔ حضور نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا۔ ہم نے حضور کے لئے خزیہ تیار کیا تھا جس کے لئے آپ کو روک لیا۔ اب گھر میں محلے والوں میں سے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔

شعائر اللہ اور آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت

کچھ اشیا کچھ ایام و اوقات اور کچھ اماکن و مقامات خصوصی طور پر مہبط انوار و تجلیات اور مرکز برکات و حسنات ہوتے ہیں اور ان کی ایک امتیازی حیثیت و اہمیت ہوتی ہے۔ جن کا ذکر و بیان قرآن حکیم میں بھی ہے، حدیث نبوی میں بھی ہے، آثار صحابہ میں بھی ہے اور ارشادات ائمہ دین و علمائے شریعت میں بھی ہے۔ علمائے اسلام کا اس پر اجماع بھی ہے اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا اسی کے مطابق عمل بھی ہے۔ یہی صراط مستقیم بھی ہے اور اسی نقش قدم پر چلتے رہنے میں صلاح و فلاح اور سعادت و نجات بھی ہے کہ شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) کی تعظیم و تکریم کی جائے اور آثار و تبرکات سے محبت و احترام کے ساتھ ان کا فیضان حاصل کیا جائے۔

کعبۃ اللہ و مسجد حرام و مسجد اقصیٰ و مسجد نبوی و مسجد قبا و جملہ مساجد عالم و مقام ابراہیم و صفا و مروہ و غار حرا و ثور و منیٰ و عرفات و مزدلفہ و ماہ رمضان و یوم جمعہ و یوم عاشوراء و عید الفطر و عید الاضحیٰ و شب براءت و شب معراج و شب ولادت رسول و مولد رسول و مرقد رسول و جنت البقیع و جنت المعلیٰ اور شہر مکہ و مدینہ طیبہ یہ سب شعائر اللہ میں داخل ہیں۔

قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أُمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا

(سورة المائدہ: آیت ۲)

اے ایمان والو! شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) کو حلال نہ ٹھہراؤ اور نہ ادب والے مہینوں کو اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کو اور نہ انہیں جن کے گلے میں علامتیں آویزاں ہیں اور ان کا مال و آبرو جو بیت حرام کا قصد کر کے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے ہوئے۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ

(سورة الحج: آیت ۳۶)

اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے کیا جن میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔

وَمَن يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (سورة الحج: آیت ۳۲)

اور جو شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

وَمَن يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ (سورة الحج: آیت ۳۰)

بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ (سورة البقرہ: آیت ۱۵۸)

بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ -

(سورة البقرہ: آیت ۱۹۸)

اور جب تم عرفات سے پلٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کی یاد کرو۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنَا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ

(سورة البقرہ: آیت ۱۲۵)

مُصَلًّى -

اور جب ہم نے اس بیت اللہ کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے

کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ

آيَتٌ بَيَّنَّتْ مَقَامَ اِبْرَاهِيْمَ (سورة ال عمران: آیت ۹۶، ۹۷)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کیلئے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا ہادی۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (سورة البلد: آیت: ۲۰)

مجھے اس شہر کی قسم اے رسول کہ تم اس میں تشریف فرما ہو۔

وَالَّتَيْنِ وَالرَّيْتَيْنِ وَطُورِ سَيْنَيْنِ وَهَذَا الْبَلَدِ الْاَمِينِ

(سورة التين: آیت ۲-۳)

انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی۔

فَلَمَّا آتَهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِى الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ

الشَّجَرَةِ اَنْ يُّمُوْسَى اِنِّى اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ

(سورة القصص: آیت ۳۰)

پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت

والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہوں اللہ رب سارے جہانوں کا۔

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (سورة طه: آیت ۱۲)

بے شک تم پاک وادی میں ہو طوی میں ہو۔

سُبْحَنَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ

الْاَقْصٰى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِّنْ اٰيٰتِنَا (سورة بنی اسرائیل: آیت ۱)

(سورة بنی اسرائیل: آیت ۱)

پاک ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس

کے گرد اگر وہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (سورة توبه: آیت ۳۶)

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کی کتاب میں جب اس نے آسمان اور زمین کی تخلیق کی۔ ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ (ذوالقعدہ و ذوالحجہ و محرم و رجب)

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِى لَيْلَةِ الْقَدْرِ (سورة القدر: آیت ۱۰)

بے شک اس (قرآن) کو ہم نے ہی شب قدر میں اتارا ہے۔

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (سورة الفجر: آیت ۲)

اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی آیات اپنے شعائر اپنی نشانیوں اپنے ایام اپنے مقامات مقدسہ اپنی نعمتوں کو یاد رکھنے انہیں یاد دلانے اور ان سے برکت حاصل کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا اَنْ اُخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

وَذَكِّرْهُمْ بِاٰيَمِ اللّٰهِ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ وَاِذْ قَالَ

مُوسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِنْ اِلٍ فِرْعَوْنَ (سورة ابراهيم: آیت ۶، ۵)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے روشنی کی طرف لاؤ۔ اور انہیں اللہ کے دلوں کی یاد دلاؤ۔ بے شک ان میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ یاد کرو اپنے اوپر اللہ کے احسان کو جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی۔

فَاذْكُرُوْا الْاٰءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ (سورة الاعراف: آیت ۶۹)

تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورة الضحیٰ: آیت ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔

شعائر اللہ اور آثار و تبرکات عظیمہ میں وہ متبرک تابوت سیکنہ بھی ہے جس کا نزول حضرت آدم علیہ السلام پر ہوا تھا اور اس کے اندر تمام انبیائے کرام کی شبیہیں اور ان کے اماکن و مساکن کی تصویریں تھیں۔ تین ہاتھ طویل اور دو ہاتھ عریض یہ تابوت بشکل صندوق تھا جو دراثہ منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ اسی تابوت سیکنہ کے بارے میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَتَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ (سورة البقرة: آیت ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا! اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی جسے فرشتے اٹھاتے لائیں گے۔ بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

قدیم و مستند مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس صندوق کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ریت اور اپنا مخصوص سامان رکھا کرتے تھے۔ آپ کا عصا آپ کی نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور آپ کا عصا بھی تھا۔ جنگ کے موقع پر اسی صندوق کو آگے رکھا کرتے تھے جس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو سکون ملتا تھا۔ حضرت موسیٰ کے بعد یہ صندوق بنی اسرائیل کے اندر متواتر طور پر منتقل ہوتا رہا۔ اور مشکل کے وقت اسے سامنے رکھ کر اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پاتے تھے۔ (جلالین و خازن و مدارک و جمل وغیرہ)

قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے ان کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مشیت اور قدرت سے طریقہ عادیہ کے خلاف پتھر سے ایک ناقہ (اوشی) پیدا فرمایا۔ یہ ناقہ آپ کے صدق نبوت کے لئے ایک دلیل اور آیت و معجزہ تھا۔ اپنے انکار و سرکشی کی وجہ سے قوم ثمود نے اس ناقہ کی کوئی چیز کاٹ دی جس کے بعد وہ عذاب الہی میں گرفتار ہو گئے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ الْعَذَابِ

(سورة الاعراف: آیت ۷۳)

بے شک تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل آئی۔ یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اس کو کسی برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

اصحاب کہف جب اپنے دور کے ظالم اور کافر بادشاہ دقیا نوس کے ظلم و کفر سے عاجز آ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے تو تین سو سال تک اس کے اندر سوتے رہے۔ پھر ایک مسلم بادشاہ بیدروس کا زمانہ آیا تو خواب سے بیدار ہوئے۔ یہ قدرت خداوندی کا ایک مظاہرہ تھا۔ اصحاب کہف کے ساتھ ان کا کتا قطمیر بھی تھا۔ بیدروس بادشاہ نے سر غار ایک مسجد کی تعمیر کی جہاں مسلمان نماز پڑھتے تھے۔ (مدارک و خازن)

وَكَلَبَهُمْ بِاسِطٍ ذِرَاعِيهِ بِالْوَصِيدِ (سورة الكهف: آیت ۱۸)

اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلا بیاں پھیلائے ہوئے ہے۔

وَكَذَٰلِكَ أَعِثْرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا (سورة الكهف: آیت ۲۱)

اور اسی طرح ہم نے انہیں ان کی خبر کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے کہ ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ۔ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ جو اس کام میں غالب تھے وہ بولے کہ ہم تو ان پر ایک مسجد ضرور بنائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب غدر و فریب کرتے ہوئے آپ کو کنواں میں ڈال دیا اور فرضی خون آلود کرتہ لاکر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف کو ایک بھیڑ یا کھا گیا اور یہ اس کا خون آلود کرتہ ہے تو اس غم سے روتے ہوئے حضرت یعقوب کے آنکھوں کی بینائی کمزور ہو گئی۔ طویل مدت کے بعد حضرت یوسف نے ایک مرحلہ میں اپنے بھائیوں سے کہا کہ

اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَالْقُوْهُ عَلَىٰ وَجْهِ اَبِيْ يَٰٓتَ بَصِيْرًا

(سورۃ یوسف: آیت ۹۳)

میرا یہ کرتہ لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

فَلَمَّاۤ اَنَّ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا

(سورۃ یوسف: آیت ۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت ان کی آنکھیں پھر آئیں۔

رسول کائنات، فخر موجودات، افضل الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، پیغمبر اسلام جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے آثار و منسوبات ان سب میں اعلیٰ و ارفع ہیں جن کے فضائل و محامد و محاسن خود قرآن حکیم نے جا بجا بیان کیے ہیں۔ ان کی نبوت و رسالت کا اقرار و عہد و پیمان عالم ارواح میں تمام انبیاء و مرسلین سے لیا گیا۔ جن کی امت امت وسط اور خیر الامم ہے۔ جس کی ازواج مطہرات ساری عورتوں سے ممتاز اور امہات المؤمنین ہیں۔ جن کے صحابہ سب کے سب عادل اور نجوم ہدایت ہیں۔ جن کی مجلس کے آداب جن سے گفتگوں کا طریقہ قرآن نے سکھایا اور جن کی شان اقدس میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔

يَاۤٓيَہَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا

تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ

لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (سورۃ الحجرات: آیت ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات زور سے نہ کہو جیسے آپس میں باتیں زور سے کرتے ہو کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۤءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۤءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(سورۃ النور: آیت ۶۳)

رسول کے پکارنے کا آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

يَاۤٓيَہَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا اَنْظُرْنَا وَاَسْمَعُوْا

(سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۴)

وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اے ایمان والو! (رسول کو) راعنا (ہماری رعایت کریں) نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ انظرنا (ہم پر نظر رکھیں) اور پہلے سے ہی غور سے بات سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ وہ آیات اللہ و شعائر اللہ و آثار و تبرکات جن کی خصوصی نسبت پیغمبر اسلام مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے ہے انہیں میں مولد رسول (ولادت گاہ رسول) بھی ہے۔

اپنے مسقطِ رأس اور اپنے اس موضع ولادت سے رسول اکرم ﷺ کی محبت و تعلق خاطر ایک فطری جذبہ اور داعیہ ہے۔ اور یہی حال سارے اہل ایمان کا بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ہر محبوب چیز سے وہ محبت و عقیدت رکھیں۔ یہ مولد رسول (ولادت گاہ رسول) اولین مرکز انوار و تجلیات ہے اور یہیں سے وہ شعاع نور پھوٹی جس سے ساری کائنات جگمگا اٹھی۔

یوم ولادت ہو کہ تاریخ ولادت ہو کہ مقام ولادت ہو ان سب کی اہمیت و عظمت ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ

وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ - اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ (سورہ مریم: آیت ۳۳)

اور سلامتی ہے اس دن پر جس دن وہ پیدا ہوا۔

وَالسَّلَامُ عَلَى يَوْمٍ وُلِدَتْ. اِلَى آخِرِ الْآيَةِ (سورہ مریم، آیت ۳۳)

اور وہی سلامتی مجھ پر ہے جس دن میں پیدا ہوا۔

ابوقمادہ انصاری رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ سے یوم دوشنبہ کے روزہ کے بارے

میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں ﷺ کی ولادت ہوئی۔
گیا یا اسی دن مجھ پر نزول قرآن ہوا۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اتيت بدابة فوق الحمار ودون البغل خطوها عند منتهى طرفها

فركبت ومعى جبرئيل عليه السلام فسرت فقال انزل فصل ففعلت فقال

أتدري أين صليت؟ صليت بطيبة وإليها المهاجر ثم قال انزل

فصل فصليت فقال أتدري أين صليت؟ صليت بطور سيناء

حيث كلم الله موسى عليه السلام. ثم قال انزل فصل فصليت

فقال أتدري أين صليت؟ صليت بيت لحم حيث ولد عيسى عليه

السلام. اِلَى آخِرِهِ.

(نسائی، کتاب الصلوٰۃ، اول ص ۴۷، مطبوعہ انصاری دہلی ۱۳۱۵ھ)

میرے پاس (شب معراج) ایک چوپایہ لایا گیا جس کی جسامت گدھا اور خچر کے درمیان

تھی اور اس کی تیز رفتاری ایسی تھی کہ اس کی نگاہ کی آخری حد پر اس کا ہر قدم پڑتا تھا۔ میں اس پر

سوار ہوا اور جبرئیل امین بھی میرے ساتھ تھے۔ یہ سفر میں نے شروع کیا تو ایک جگہ جبرئیل امین

نے کہا کہ یہاں اتر جائیں اور نماز پڑھیں۔ میں نے وہاں اتر کر نماز پڑھی۔ اس کے بعد جبرئیل

نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ پھر خود ہی کہا کہ آپ

نے ارض طیبہ میں نماز پڑھی ہے جو آپ کا دارالبحرہ ہے۔ پھر ایک جگہ کہا کہ یہاں اتر جائیں اور

نماز پڑھیں۔ میں نے اتر کر وہاں نماز پڑھی۔ جبرئیل امین نے پھر پوچھا کہ آپ جانتے ہیں کہ

کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سینا میں نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت

موسیٰ عليه السلام سے کلام کیا تھا۔ پھر ایک جگہ کہا کہ یہاں اتر جائیں اور نماز پڑھیں۔ میں نے اتر کر

نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے

بيت لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ عليه السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ (نسائی)

بيت لحم جہاں حضرت عیسیٰ عليه السلام کی ولادت ہوئی تھی وہاں حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی

تو پھر وہ جگہ کتنی معظم و متبرک ہے جہاں خود آپ کی ولادت ہوئی اور ملائکہ رحمت کا جہاں

نزول ہوا کرتا ہے اور الطاف و عنایات ربانی کی جہاں بارش ہوا کرتی ہے؟

قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) نے شفا میں ایک ایمان افروز ضابطہ تحریر فرما کر سارے

اہل ایمان کے جذبات و احساسات اور ایمانی تقاضوں کی بھرپور ترجمانی و نمائندگی فرمادی ہے۔

وَجَدِيرٌ لِّمَوَاطِنَ عُمُورَتِ بِالْوَحْيِ وَالتَّنْزِيلِ وَتَزَدَّدَ بِهَا جِبْرِئِيلُ

وَمِيكَائِيلُ وَعَزَّجْتُ مِنْهَا الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ وَضَجَّتْ عَرَصَاتُهَا

بِالتَّقْدِيسِ وَالتَّسْبِيحِ وَاشْتَمَلَتْ تُرْبَتُهَا عَلَى جَسَدِ سَيِّدِ الْبَشَرِ

وَانْتَشَرَ عَنْهَا مِنْ دِينِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ مَا اَنْتَشَرَ مَدَارِسُ آيَاتِ

وَمَسَاجِدُ وَصَلَوَاتٍ وَمَشَاهِدُ الْفَضَائِلِ وَالْخَيْرَاتِ وَمَعَاهِدُ الْبِرَاهِينِ

وَالْمُعْجَزَاتِ وَمَنَاسِكُ الدِّينِ وَمَشَاعِرُ الْمُسْلِمِينَ وَمَوَاقِفُ سَيِّدِ

الْمُرْسَلِينَ وَمُتَّبِعُوا خَاتَمِ النَّبِيِّينَ حَيْثُ اَنْفَجَرَتِ النَّبُوَّةُ وَآيْنُ فَاضِ

عِبَابُهَا وَمَوَاطِنُ طَوِيَّتِ فِيهَا الرِّسَالَةُ وَاولُ اَرْضِ مَسَّنْ جِلْدَ

الْمُصْطَفَى تَرَانِيهَا اَنْ تُعْظَمَ عَرَصَاتُهَا وَتُنَسَّمَ نَفَحَاتُهَا وَتُقَبَّلَ

رُبُوعُهَا وَجُدْرَانُهَا.

(ص ۵۹، الجزء الثاني من الشفا للقاضي عیاض المالکی)

وہ مقامات و اماکن مقدسہ جو وحی و تنزیل سے معمور ہوئے اور جہاں جبرئیل و میکائیل

آتے جاتے رہے اور ملائکہ روح الامین کا جہاں سے صعود و عروج ہوتا رہا اور جن خطوں و میدانوں میں تقدیس و تسبیح کے نغمے گونجتے رہے اور جس بقعہ ارض نے سید البشر ﷺ کو اپنی آغوش میں لینے کا شرف حاصل کیا اور جہاں سے اللہ کے دین اور سنت رسول امین کی اشاعت ہوئی۔ جہاں آیات کی تلاوت و قرأت ہوئی جو مساجد اور عبادت گاہیں ہیں جو فضائل و حسنات کی جگہیں ہیں اور سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کے وقوف و اقامت سے سرفراز ہیں جہاں سے چشم نبوت کا آبشار پھوٹا اور جہاں سے خوشبوئے نبوت و رسالت کائنات میں پھیلی اور جن مواطن و مساکن سے فیضان رسالت جاری ہوا اور جس سرزمین نے سب سے پہلے محمد مصطفیٰ ﷺ کے مس و تقبیل کا اعزاز حاصل کیا ان سارے مشاہد و معابد و آثار اور ان کے خطوں و میدانوں کی تعظیم و تکریم کی جانی چاہیے۔ اور ان کی عطر بیز ہواؤں سے اپنی مشام جاں کو معطر کرنا چاہیے اور ان کے مکانات اور درود یوار کو بوسہ دینا چاہیے۔ (شفا قاضی عیاض)

شعائر اللہ اور آثار و تبرکات کی عظمت و اہمیت بتلانے اور ان کی نسبت و تعلق سے اہل ایمان کا کیا جذبہ اور رد عمل ہونا چاہیے اس کی رہنمائی کے لئے مندرجہ بالا تحریر کافی ہے۔

مولد رسول علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنے نبی کریم ﷺ کی نسبت سے اہل ایمان کا رشتہ و تعلق خاطر ابتداء ہی سے جذباتی رہا ہے اور ہر دور میں اسے اہل ایمان نے عقیدت و محبت کی نظروں سے دیکھا ہے اور اس سے حصول برکت بھی کیا ہے۔

مسجد حرام یا مسجد نبوی یا کسی اور مسجد کی توسیع کے وقت کسی مکان یا کسی یادگار کو بوجہ ضرورت شامل کر لیا جانا یا گردش زمانہ کی وجہ سے اپنے آپ کسی مکان یا کسی یادگار کا محو ہو جانا، ختم اور بے نام نشان ہونا جانا الگ بات ہے اور یوں ہی بلا کسی ضرورت و حاجت کے کوئی ایسا مذہبی اور تاریخی مقام مسمار و منہدم کر دینا اس سے بالکل الگ بات ہے۔

گردش روزگار سے بعض اہم ترین آثار و آثار مقدسہ کے بے نام و نشان ہو جانے یا مسجد کا حصہ ہونے کی بات اس کے صحیح پس منظر میں سمجھنی ہو تو سیرت النبی کے موضوع پر لکھی ہوئی

امام ابوسعید عبدالملک بن عثمان نیشاپوری المعروف بہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۷ھ) کی مشہور کتاب شرف النبی کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

”رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے اپنی قوم کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت کی اسے سرزمین مکہ المکرمہ میں پناہ ملی۔ اور وہ اپنے یوم وصال تک یہیں عبادت میں مصروف رہا۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! نوح، ہود، شعیب، صالح، اسماعیل علیہم السلام کی قبریں چاہ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ہیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ کعبہ کے گرد و نواح میں تین سو انبیائے کرام مدفون ہیں۔ اور رکن یمانی سے رکن اسود تک ستر انبیائے کرام کی قبریں ہیں اور یہ وہ انبیائے کرام ہیں جنہیں ان کی قوم نے جھٹلایا تھا اور انہیں اپنے اپنے علاقوں سے نکلنا پڑا تھا۔ یہ انبیائے کرام امن و سکون کے ساتھ اپنے یوم وصال تک یہاں اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ (ص ۳۴۵، شرف النبی مطبوعہ لاہور)

حضرت عبداللہ ہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ازواج مطہرات کے حجروں کو شہید ہوتے اور ان کے حکم سے ازواج مطہرات کے نو حجروں کو مسجد کا حصہ بننے دیکھا ہے۔ (ص ۴۰۴، شرف النبی)

ولید بن عبدالملک نے حکم دیا کہ امہات المؤمنین کے حجرے مسجد نبوی کی وسعت کے نذر کردئے جائیں اور انہیں مسجد کا حصہ بنایا جائے۔ عمران کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ اہل مدینہ کو غمگین کبھی نہ دیکھا۔ عطا کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میری دلی خواہش تھی کہ امہات المؤمنین کے حجروں کو اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا جائے تاکہ دنیا بھر کے مسلمان جو یہاں آتے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ کن مکانوں میں رہتے تھے۔ اور یہ بات ان لوگوں کیلئے بھی درس عبرت اور نصیحت ہو جو مال دولت کے نشے میں مدہوش رہتے ہیں۔ (ص ۴۰۴، شرف النبی)

مولد رسول (ولادت گاہ رسول) عہد صحابہ سے عہد حاضر تک سارے اہل ایمان اور اہل محبت کے لئے سبب فرحت و ذریعہ برکت اور مرکز عقیدت رہا ہے۔ پہلی صدی ہجری میں یہ مکان تقریباً اصل شکل میں باقی رکھا گیا اور صحابہ کرام اسے ہمیشہ والہانہ نظروں سے دیکھتے رہے۔ اس کے بعد دوسری صدی ہجری جو تابعین و تبع تابعین کا دور ہے اس میں ایک الگ انداز سے اس مولد رسول کی تعمیر جدید ہوئی اور یہ نفوس قدسیہ کچھ مزید اہتمام کے ساتھ اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو روشن کرنے اور اپنے جذبات محبت کو تسکین دینے لگے۔ کیوں کہ صحابہ کرام نے تو اپنی آنکھوں سے رسول اکرم ﷺ کے جمال جہاں آرا کا بار بار مشاہدہ کیا تھا مگر یہ حضرات جو چشم تصور سے روئے زیبائے رسول کے دیدار سے بہرہ ور ہو سکتے تھے وہ چشم ظاہر سے مولد رسول کی زیارت کر کے ہی اپنے ایمان کی تازگی اور یالیدگی کا سامان کر لیا کرتے تھے۔

بعد کے ادوار میں اہل ایمان و اہل محبت کے اس احساس و عمل میں اضافہ ہوتا گیا جن میں مجتہدین و فقہاء و قضاة و علماء سب شامل تھے کہ ان کے پاس نہ وہ آنکھیں تھیں جنہیں زیارت رسول کی سعادت سرمدی کا اعزاز پانے والوں یا پھر ان کی زیارت کرنے والوں کی زیارت کی تھی اس لئے متاخرین کا جذبہ و احساس اور ان کا شیوہ و کردار بھی یہی رہا کہ مولد رسول کی زیارت کی جائے اور اسے محبت کی نظروں سے دیکھا جائے، اس کا ادب و احترام کیا جائے، اسے باقی اور برقرار رکھا جائے، اسے آنے والی نسل تک محفوظ شکل میں منتقل کیا جائے اور پھر اپنا یہ فریضہ محبت انجام دے کر کل بروز قیامت اسے اپنے لئے ذخیرہ نجات و مغفرت بنا لیا جائے۔

کتاب کے گذشتہ صفحات میں شعائر اللہ اور منسوبات و تبرکات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متعلق بہت سے حقائق و معلومات آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔ آخر میں مونس مبارک کے تعلق سے پھر یہ حدیث پڑھ کر اپنے ایمان میں مزید تازگی و توانائی پیدا کر لیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب رمی جمار فرما چکے اور قربانی بھی کر چکے تو حجام نے دائیں جانب سے آپ کا سر مونڈا جس کے مبارک بال آپ نے ابو طلحہ کو عنایت

فرمایا پھر بائیں جانب سے حجام نے سر مونڈا جس کے بارے میں رسول اکرم نے ارشاد فرمایا۔ قسمہ بین الناس۔ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ (ترمذی)

امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کے پاس رسول اکرم ﷺ کے کچھ سرخ مونس مبارک تھے جو ایک شیشی میں تھے۔ لوگ اپنے مرض سے شفا یابی کیلئے اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ مونس مبارک پانی کے پیالے میں رکھ کر اسے پیا کرتے تھے جس سے شفا مل جاتی تھی۔ مونس مبارک رکھنے کا اتنا اہتمام ہوتا تھا کہ عثمان بن عبد اللہ بن مویہ بیان کرتے ہیں:

ارسلنی اہلی الی ام سلمة بقدر من ماء فجاءت بجلجل من فضة
فیہ شعر من شعر النبی ﷺ۔ وکان اذا اصاب الانسان عین او
شئی بعث الیہا مخضیہ۔ قال فاطلعت فی الجلل فرأیت شعرات
حمرآ (صحیح بخاری کتاب اللباس)

اسی حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

و قد بینہ وکیع فی مصنفہ فقال۔ کان جلجلاً من فضة صیغ
صواناً لشعرات النبی ﷺ التي كانت عند ام سلمة (فتح الباری ج ۱۰)

سو کھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

☆☆☆☆☆☆

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں

بلا قصد و ارادہ الفاظ تحقیر کہنے والے کا حکم

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ادنیٰ سی گستاخی بھی کفر ہے۔ اسی طرح آپ کی طرف منسوب کسی بھی چیز کی تحقیر کو علمائے اسلام نے کفر لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اگر جہالت میں اور غیر ارادی طور پر بھی اس طرح کی حرکت کسی سے سرزد ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض مالکی (وصال ۵۴۴ھ) اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص بلا قصد و ارادہ ایسے الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں استعمال کرتا ہے جس سے اس کا ارادہ نہ تو تنقیص کا تھا اور نہ عیب جوئی کا بلکہ ان الفاظ سے معاذ اللہ لعنت یا سب و شتم یا نسبت کذب یا کوئی ایسا مفہوم متصور ہوتا ہو جس کی نسبت سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ مناسب نہیں یا اس نے ایسی کسی خصوصیت کی نفی کی جو خاصہ نبوت میں شامل ہے۔ مثلاً اس قائل نے کسی گناہ کبیرہ کی نسبت حضور کی ذات سے کی یا شان نبوت یا حضور ﷺ کے نسب یا علم نبوی یا تبلیغ اسلام میں مد اہنت یا حضور ﷺ کے کلام کی تکذیب کی یا احادیث متواترہ میں سے کسی میں شبہ کیا یا شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی یا اس شخص نے ایسا کلمہ استعمال کیا جو بظاہر بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہو لیکن اس نے اس کلمہ کو مذمت و منقصیت کے طور پر استعمال نہ کیا ہو خواہ یہ جہالت کے سبب سے ہو یا حالت سکر میں بے قابو ہو کر اس جرم کا ارتکاب کیا ہو یا قلت حفظ یا زبان کی لغزش کی وجہ سے یہ کلمہ زبان سے ادا ہو گیا ہو۔

ان تمام حالات میں ایسے شخص کے لئے بھی وہی حکم ہے جیسا کہ اس پہلے شخص کے لئے جس کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے یعنی ایسے شخص کو بلا توقف قتل کیا جائے کیوں کہ زبان کی لغزش، جہالت یا مذکورہ امور میں سے کسی دوسری وجہ سے انسان کو کفر میں معذور نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ عقل سلیم رکھنے والے کا کوئی عذر اس سلسلہ میں مسموع ہوگا۔

لیکن شرعی طور پر اس امر کا لحاظ رکھا جائے گا کہ یہ فعل اس سے غیر اضطراری طور پر بلا جبر و اکراہ سرزد ہوا ہے اس میں اضطرار ہے یا جبر و اکراہ کا دخل ہے یا زبان سے الفاظ تو ادا ہوئے لیکن قلب اس سے مطمئن نہیں اور نفیرین ہے۔ لیکن علمائے اندلس نے محمد بن حاتم کے حق میں یہی فتویٰ دیا تھا کیونکہ اس نے سرکارِ علیہ السلام کے زہد کی نفی کی تھی اور اس کا تذکرہ بھی ماسبق میں کیا جا چکا ہے۔ محمد بن سحون اس شخص کے بارے میں جو دشمنوں کی قید میں ہو اور اس حالت میں حضور ﷺ کی تنقیص کرے یا سب و شتم کا ارتکاب کرے فرماتے ہیں کہ وہ واجب القتل ہے۔ اس کی بچت کی صرف یہ شکل ہو سکتی ہے کہ یا تو اس کا اضطرار ظاہر ہو جائے یا اس کا نصرانی ہونا ثابت ہو۔ لیکن محمد بن زید فرماتے ہیں کہ ایسے معاملات میں لغزش زبان کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور ایسے شخص کا عذر مسموع نہیں۔

جناب ابوالحسن قابی نے اس شخص کے بارے میں جو نشہ کی حالت میں حضور ﷺ کی توہین کرے فرمایا کہ ایسا شخص واجب القتل ہے کیوں کہ نشہ کی حالت میں اس کی زبان سے وہی نکلا ہے جو پہلے سے اس کے ذہن میں تھا اور اسی وجہ سے شریعت اسلام کے احکام کے مطابق اگر کوئی شخص نشہ کی حالت میں کسی جرم کا مرتکب ہو تو اس پر حدود شرعیہ جاری کی جائیں گی خواہ وہ حد قذف سے متعلق ہو یا اور کوئی دوسری۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نشہ اس نے خود طاری کیا ہے لہذا اس پر بھی وہی حکم جاری ہوگا جو قصد کسی کام کے کرنے والے کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے۔ شرابی کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ نشہ عقل و ہوش کو زائل کر دیتا ہے اور نشہ باز ایسی حرکات کا ارتکاب کرتا ہے جو شرعاً ممنوع ہیں۔ اسی لئے سزا کے طور پر طلاق اور دیگر حدود کے احکام اس پر جاری کیے جاتے ہیں۔

(شفا از قاضی عیاض، جلد دوم مطبوعہ دہلی)

مونے مبارک کے بارے میں آپ تفصیل سے بہت سارے حقائق و واقعات کا مطالعہ کر چکے ہیں اب آخر میں یہ حدیث بھی پڑھ لیں تاکہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے دل میں

کسی تنقیص و استخفاف کا گمان بھی نہ گذرے۔

علی مرتضیٰ ؑ نے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک میں مونس مبارک لے کر ارشاد فرمایا:

مَنَادِي شَعْرَةٍ مِنْ شَعْرِي فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔

(کنز العمال۔ ص ۲۷۶۔ جلد دوم)

جس نے میرے کسی ایک بال کی بھی توہین کی اس پر جنت حرام ہے۔

